

اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

دوسرا اجلاس

# بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 26/جون 2013ء بروز پُہد بمطابق 16/شعبان 1434ھ۔

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
02	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
03	رخصت کی درخواستیں۔	2
03	سرکاری کارروائی برائے قانون سازی۔	3
04	بجٹ 2013-14ء پر مجموعی عام بحث۔	4

## بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 26 جون 2013ء بمطابق 16 شعبان 1434ھ بروز بدھ بوقت صبح 11 بجکر 20 منٹ  
 پریزیدنٹ جناب اسپیکر میر جان محمد خان جمالی بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کویٹہ میں منعقد ہوا۔  
 جناب اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيّٰٓءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط اَتْرِيدُوْنَ اَنْ

تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلٰيكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرَكِ الْاَسْفَلِ مِنْ

النّٰرِ ؕ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نٰصِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاَعْتَصَمُوْا

بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنََهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط وَسَوْفَ يُؤْتِ

اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۳۶﴾

﴿ پارہ نمبر ۵ سورۃ النساء آیات نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۶ ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ بناؤ کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا لیا جاتے  
 ہو اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح۔ بیشک منافق ہیں سب سے نیچے درجہ میں دوزخ کے اور ہرگز  
 نہ پاوے گا تو انکے واسطے کوئی مددگار۔ مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کی اور مضبوط  
 پکڑا اللہ کو اور خالص حکم بردار ہوئے اللہ کے سو وہ ہے ایمان والوں کے ساتھ اور جلد دے  
 گا اللہ ایمان والوں کو بڑا ثواب۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ۔

جناب اسپیکر: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ رخصت کی درخواستیں۔

رخصت کی درخواستیں

سیکرٹری اسمبلی: مفتی گلاب خان صاحب اپنے علاقے ژوب کے دورے پر چلے جانے کی وجہ سے آج مورخہ 26 اور 27 جون کو اسمبلی اجلاس سے رخصت کی درخواست دی ہے۔

ڈاکٹر قتیہ سعید ہاشمی صاحبہ اسلام آباد جانے کے باعث تا اختتام اجلاس میں شرکت کرنے سے قاصر ہونے کی بناء پر رخصت کی استدعا کی ہے۔

جناب اسپیکر: آیا رخصت کی درخواستیں منظور کی جائیں؟ (درخواستیں منظور ہوں) قائد ایوان ذرا ترمیمی بل پیش کر دیں، کہ اس کا background۔۔۔۔۔

جناب منظور احمد خان کا کرٹ: جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: نہیں، پہلے قائد ایوان کو floor دیا جائے منظور صاحب! پھر آپ، اب آپ تشریف رکھیں۔

جناب منظور احمد خان کا کرٹ: Thank you.

جناب اسپیکر: یہ آپ ایک نئی روایت کر رہے ہیں، قائد ایوان کو ایک دفعہ floor دے دیا جائے، تو پھر کوئی ممبر بیچ میں نہیں بولتا۔

جناب منظور احمد خان کا کرٹ: اچھا ٹھیک ہے sir میں دے دیتا ہوں Thank you sir

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قائد ایوان): Thank you اسپیکر صاحب! میں وزیر اعلیٰ، وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی، بلوچستان سروس ٹریبونل کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2013ء مسودہ قانون نمبر 2 مصدرہ 2013ء پیش کرتا ہوں۔

جناب اسپیکر: قانون پیش ہوا۔

قائد ایوان: میں وزیر اعلیٰ، وزیر ایس اینڈ جی اے ڈی، تحریک پیش کرتا ہوں کہ بلوچستان سروس ٹریبونل کے (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2013ء مسودہ قانون نمبر 2 مصدرہ 2013ء کو بلوچستان صوبائی اسمبلی کے

قواعد و انضباط کارمجریہ 1974ء کے قاعدہ 84 کے تقاضوں سے مستثنیٰ قرار دیا جائے؟

جناب اسپیکر: جی! آیا یہ مستثنیٰ قرار دیا جائے؟ آپ ہاں یا ناں میں کہیں گے۔ جی۔ اسکو قاعدہ 84 کے

تقاضوں سے مستثنیٰ قرار دے دیا جاتا ہے۔ اب بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ امان اللہ نوتیزئی صاحب! آپ

تیار ہیں؟

میر امان اللہ نوتیزی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر! میری کچھ گزارشات ہیں اپنے ضلع کے متعلق تعلیم plus لیویز کے بارے میں۔ جناب اسپیکر! ریکوڈک جو میرے ضلع میں ہے، اسکے بارے میں اسلام آباد میں، بلوچستان میں پچھلی صوبائی گورنمنٹ نے، سب جگہوں میں اسکے تذکرے ہوئے۔ اور یہاں تک کہ لندن کے Courts میں اس کا case چلا گیا۔ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ریکوڈک کے بارے میں ضلع چاغی کے لوگوں سے پوچھا جاتا ہے نہ وہاں کے قبائل سے نہ وہاں کے MPA سے۔ جو بھی فیصلے ہوتے ہیں وہ اسلام آباد میں ہوتے ہیں۔ ابھی بھی sir آپ دیکھیں جو دفاتر ہیں وہ اسلام آباد میں ہیں۔ اڑھائی ارب روپے، آٹھ ارب روپے ہم لوگ اخبار میں دیکھتے ہیں کہ بلوچستان کے ریکوڈک کیلئے منظور ہو گئے ہیں۔ لیکن وہ پیسے کہاں خرچ ہوئے ہیں؟ آج تک ہمیں پتا نہیں ہے۔ نہ ہمارے سیکرٹری صاحب نے کبھی ذکر کیا ہے نہ کبھی مائٹرز کے سیکرٹری نے ذکر کیا ہے کہ بھئی! یہ پیسے کہاں گئے؟ کیونکہ اُن کا تعلق اُسی ڈیپارٹمنٹ سے ہے۔ جو اُن کے heads ہیں وہ بھی بلوچستان کے نہیں ہیں نہ انہوں نے بلوچستان دیکھا ہے۔ ارشد محمود، ہم لوگوں نے کبھی اُن کے ساتھ علاقے کے بارے میں میٹنگ ہی نہیں کی ہے۔ اور یہاں کل میں خود اُن کے آفس گیا ہوں۔ وہاں جو بھرتیاں ہوئی ہیں وہ سارے باہر کے ہیں۔ ہمارے اپنے ضلع کے پڑھے لکھے لڑکے ایسے ہی روڈوں پر گھوم رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے باہر سے بھرتیاں کی ہوئی ہیں۔ جناب اسپیکر! آپ اسلام آباد سے اُن کا ریکارڈ منگوا کر دیکھ لیں۔ قائد ایوان صاحب ذرا غور سے ہماری باتیں سنیں یہ ریکوڈک ایک اہم issue ہے sir۔ جو کمپنی پہلے وہاں کام کر رہی تھی TCC کے نام سے۔ اُس کمپنی کو ہم لوگوں نے بھگا دیا، جو اس ریکوڈک کو چلا سکتی تھی۔ جس کیلئے اربوں روپے نہیں، اربوں ڈالرز کی ضرورت ہوتی ہے۔ آیا وہ اربوں ڈالرز ہم بلوچستان والے ریکوڈک کیلئے دے سکتے ہیں؟ ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں۔ جب تک اسکو کسی کمپنی کے ساتھ، چاہے China کی کمپنی چاہے آپ کی TCC کمپنی کینیڈین کمپنی۔ ایک چلی کی کمپنی ہے۔ اُس کے ساتھ بیٹھ کر ہم لوگ ایک ایسا عمل شروع کریں تاکہ اُس میں کام شروع ہو جائے۔ ابھی بلوچستان میں سینڈک پروجیکٹ بھی ہے۔ پچھلے دس سالوں سے اُس پر کام ہو رہا ہے۔ میں نے کئی دفعہ کہا ہے، لیکن انہوں نے بھی اس چیز پر توجہ ہی نہیں دی ہے۔ انٹرنیشنل قانون سمجھیں، آپ لوگوں کا agreement سمجھیں۔ اُس میں 10 پرسنٹ، 5 پرسنٹ یا 10 پرسنٹ وہ ہمارے ضلع کے اندر خرچ ہوتا ہے۔ اب ہمارے ضلع کے اندر کچھ نہیں ہوا ہے۔ 30 کلومیٹر ایک area بنتا ہے کچاؤ۔ یہ تالاب، اُسکو باقاعدہ سینڈک والوں نے کہا ”کہ ہم بنائیں گے“۔ اُس روڈ پر آج تک انہوں نے گریڈر بھی نہیں لگایا۔ کئی بار ہم نے letter دیئے تھے۔ اور کئی بار سینڈک پروجیکٹس کے جو اُن کے

Chinese کا head ہے، اُن سے ملے ہیں۔ جناب اسپیکر! قائد ایوان صاحب مہربانی کریں سینڈک پروجیکٹ میں جو Chinese کا head ہے، chinese نام ہے، اُنکے ساتھ ایک میٹنگ کریں۔ آیا ہمارے علاقے میں آپ نے کیا کیا ہے؟ بجلی تک نہیں دی ہے۔ تالاب جہاں سے سولہ انچ پانی کا ایک pipe جاتا ہے۔ میرے خیال میں اُس ایریا سے 32 انچ پانی کا ایک پائپ جاتا ہے۔ اور اُس area میں بجلی دی ہے نہ وہاں کے ٹیوب ویل والوں کے ساتھ help کیا ہے۔ کئی بار ہم لوگوں نے کہا ہے، لیکن ہماری بات سنتا نہیں ہے کیونکہ انکا link ڈائریکٹ اسلام آباد کے ساتھ ہے۔ اب اٹھارویں ترمیم منظور ہوگئی ہے۔ اُسکے تحت اب ہماری ساری باتیں جناب! قائد ایوان کے پاس ہوتی ہیں۔ اسی floor پر ہوتی ہیں۔ تو اس سے ہمارے ضلع میں بیروزگاری ختم ہوگی۔ اگر دس percent وہ ہمارے علاقے پر خرچ کرینگے تو ہماری روڈز بھی بن جائیگی۔ ہمارے اسکول بھی بن جائیگی۔ جو یہاں کا PSDP ہے، ان پیسوں کو آپ کسی اور جگہ پر خرچ کر سکتے ہیں۔ ہمارا جو ضلع ہے، بشمول خاران، نوشکی اور واشک کے۔ ان تین اضلاع کو وہ خود cover کرینگے sir۔ اگر اس پروجیکٹس کے اوپر آپ لوگ سختی کریں۔ پچھلے دس سالوں میں میں وزیر رہا ہوں۔ بالکل میرا قصور ہے۔ لیکن ہم نے زور دیا ہے انہوں نے اسلام آباد کی وجہ سے میری بات نہیں سنی ہے۔ جناب اسپیکر! ایک بہترین بجٹ پیش ہوا ہے۔ اسکی بالکل ہم تعریف کرتے ہیں۔ لیکن اس پر عمل ہوگا کس نوعیت سے؟ تب جا کر اسکے اثرات ہمارے اوپر آئیں گے۔ اگر قائد ایوان صاحب برابری کے حساب سے ہمارے پورے جتنے بھی بلوچستان کے علاقے ہیں، مگر ان اُسکا اپنا علاقہ ہے، اُسکے برابر وہ ہمیں بھی سمجھیں۔ اور ہمارے بھی علاقوں میں کام ہو۔ تو ہم ضرور اسکی تعریف ہر فورم پر کرینگے۔ ہر جگہ پر کرینگے۔ تعلیم کے بارے میں بہت سارے پیسے رکھے ہیں، جناب اسپیکر! ہمارے قائد ایوان صاحب نے۔ میرے اپنے ضلع کی مثال ہے وہاں 180 اسکول بند ہیں، remote-areas کے۔ وجہ کیا ہے؟ صرف اور صرف attachment ہے۔ آپ کئی ایسے ٹیچرز دیکھیں گے جو ہنڈ اوڑک نہیں جائیں گے۔ وہ کونٹہ میں attachment پر ہیں۔ جو کچلاک نہیں جائیں گے وہ کونٹہ میں attachment پر ہیں۔ اسی طرح میرے دالبندین شہر میں سارے attachment پر ہیں۔ اسی طرح آپکے ہر علاقہ میں، جو بھی ہیڈ کوارٹر ہے، وہاں سہولت ہے، سارے ٹیچرز وہاں attachment پر ہیں۔ خدارا! یہ attachment system ختم کر کے تعلیم کے نظام کو صحیح کریں۔ ہر ضلع میں جہاں ہیڈ کوارٹرز ہیں، وہاں training centres کھولے جائیں۔ ہمارے نئے ٹیچرز جو بھرتی ہوتے ہیں، وہ میٹرک pass ہیں یا ایف اے، معذرت کے ساتھ۔ سب نقل سے pass ہوئے ہیں۔ جن کو ایک letter لکھنا نہیں

آتا ہے۔ ان کو ہم پرائمری سیکشن میں ٹیچر لگاتے ہیں۔ وہ نقل سے pass ہوئے ہیں وہ ہمارے چھوٹے بچوں کو کیا تعلیم دیں گے۔ پرائمری سیکشن میں دس، پندرہ سال کے سینئر، تجربہ کار لوگوں کو لگایا جائے۔ نظام کو درست کیا جائے۔ نظام درست ہوگا تو ہماری تعلیم کا ریٹو بڑھے گا۔ تو جناب اسپیکر! قائد ایوان سے گزارش ہے کہ تعلیم پر سخت توجہ دیں۔ تعلیم ہی بلوچستان کو غربت، بد حالی اور Law and order سے نکالے گی۔ اگر تعلیم صحیح ہوگی تو بلوچستان صحیح ہوگا۔ اگر تعلیم پر توجہ نہیں دی گئی اور اسی طرح attachment اور un-trained لوگوں کو ٹیچرز بھرتی کیے تو اس سے ہمارا تعلیمی نظام تباہ اور مزید ہی خراب ہو جائیگا۔ چاہے اسکے لیے ایک ارب ڈالر رکھ دیں۔ ہمارا نظام درست نہیں ہوگا جب تک سسٹم کو برابر نہیں کریں گے gross-roots سے۔ جناب اسپیکر! پرانے دور میں ہمارے علاقوں میں tribal-system تھا۔ اُس system کو 2000ء میں مشرف کے اقدامات سے ختم کیا گیا۔ جس سے ہمارے قبائلی علاقوں میں بہت بڑا نقصان اور ایک بہت بڑا خلل پیدا ہو گیا۔ یہ نظام جناب اسپیکر! کم سے کم سو ڈیڑھ سو سال سے چل رہا تھا۔ چاغی، کوہلو، بارکھان، ڈیرہ بگٹی، قلعہ سیف اللہ اور لورالائی یہ قبائلی علاقے ہیں۔ ان علاقوں پر انگریز کے زمانے سے 2000ء تک قبائلی سسٹم چل رہا تھا اس سسٹم کو ختم کر دیا گیا۔ جرگہ سسٹم کو ختم کر دیا گیا۔ میں خود اُس قبائل اس قبائلی علاقے سے تعلق رکھتا ہوں۔ جناب اسپیکر! قائد ایوان سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ مہربانی کریں اُس سسٹم کو اگر بحال ہو سکتے ہیں تو ہمارے علاقوں میں اس کو دوبارہ بحال کروائیں۔ اُسکی قانونی پیچیدگیاں ہیں۔ اُسکو درست کرنے کیلئے باقاعدہ لاء سیکرٹری کے ساتھ بیٹھ کر اس سسٹم کو بنائیں۔ اس پر یہاں بہت سارے قبائل کے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، اُن علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہماری فیڈرل لیویز مضبوط تھی اسکو قبائلی علاقوں میں اختیارات تھے۔ وہ مجرم کو بھی جانتی تھی، چور کو بھی جانتی تھی اُسکو پکڑ کر لے آتی تھی۔ اب ہمارا پولیس نظام اُن علاقوں میں رائج ہو گیا اور اسکے بعد وہ ختم ہو گیا۔ اس سے کافی خلل پیدا ہوگا۔ اسسٹنٹ کمشنر جس کو اختیار تھا law and order کو maintain کرنا۔ جو تین، تین، چھ، چھ مہینے جیل کرتا تھا۔ اب اسکو ایک دن کا اختیار نہیں ہے۔ قبائلی علاقوں پر ایک آفیسر کے اختیارات، جو مضبوط اختیارات ہیں Political-Agent کے یا اسسٹنٹ کمشنر کے، اُس سے کافی اثر پڑتا ہے، کافی law and order ٹھیک ہو سکتا ہے۔ کمشنر، انتظام کا وہی جو full-fledge اختیار جو پہلے تھا۔ قائد ایوان مہربانی کریں جناب اسپیکر! کہ اُسکو بحال کریں۔ اُس سے ہمارے جو قبائلی علاقے ہیں یا ہمارے remote-areas ہیں، اُن پر کافی اثر پڑیگا اور کافی law and order کا مسئلہ حل ہو جائیگا۔ اور جناب اسپیکر! قائد ایوان سے گزارش کرتے ہیں۔ وہ مہربانی کر کے 10 ہزار سے 15 ہزار

Levies کی posts فیڈرل گورنمنٹ سے لے آئیں۔ مختلف علاقوں میں لگائیں۔ تاکہ ہماری لیویز مضبوط ہو جائے۔ اب کوئٹہ سے آگے سونا خان تھانہ آتا ہے۔ وہاں پہلے لیویز تھی۔ وہاں کا نظام صحیح تھا۔ اب وہاں آپ لوگوں نے پولیس بٹھادی۔ سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ اگر Levies کو مضبوط کریں گے۔ ان کو، جو سہولتیں پولیس کی ہیں، انکی آدھی بھی دے دیں sir میں کہتا ہوں، ہمارے جو علاقے disturbed ہیں وہ کسی حد تک صحیح ہو جائیں گے۔ زراعت کے بارے ہمارے ضلع چاغی میں ایک علاقہ چاغی ہے وہاں sir زراعت کی اتنی سہولیات ہیں۔ پانی ہے۔ زمین ہے سب کچھ ہیں۔ لیکن ایک بجلی جو صرف اور صرف گرڈ اسٹیشن تک محدود ہو گئی ہے پچھلے 8 مہینے سے باہر نہیں نکلی ہے۔ نہ کسی کے گھر جاتی ہے نہ کسی کے ٹیوب ویل۔ جناب اسپیکر! میں قائد ایوان سے گزارش کرتا ہوں۔ پچھلی گورنمنٹ میں پیسے بھی منظور ہو چکے ہیں، سب کچھ ہو گیا ہے۔ اب قائد ایوان مہربانی کریں، جب اسلام آباد جائیں گے تو ہماری اس بجلی کا مسئلہ ضرور اٹھائیں۔ کیونکہ بجلی جہاں ہوگی وہاں ترقی ہوگی۔ ڈیزل سے جو ٹیوب ویلز چلتے ہیں انکا یہ حال ہے کہ میرے خیال میں 22 سے 25 ہزار روپے ایک ڈرام کی قیمت ہے۔ وہ دودن میں ختم ہو جاتا ہے، کتنے ڈرام وہ بیچارہ زمیندار خرچ کریگا۔ وہ loss میں جائیگا۔ اُسکا گندم خشک ہو جائیگا۔ اس کی پیاز خشک ہو جائیگی۔ نہ اسکی سبزی نکلے گی نہ کچھ ہوگا۔ تو اس بجلی کے بارے میں ہم ضلع چاغی والے گزارش کرتے ہیں جناب اسپیکر! آپ سے اور قائد ایوان سے کہ مہربانی کریں ہمارے اس case کو take-up کریں۔ اور ہمارے وہاں بجلی کا مسئلہ جو اس گرڈ اسٹیشن میں بند ہے۔ اُسکو وہاں سے نکالنے کی کوشش کریں۔ شکر یہ sir۔

جناب اسپیکر: شکر یہ امان اللہ نوتیزی صاحب۔ میر عبدالکریم! آج تھوڑا صبر سے۔

میر عبدالکریم نوشیروانی: تقریر نہیں کرونگا sir۔ سینڈک پروجیکٹ اور ریکوڈک کی۔ یہ دو ایگریمنٹیں ہو چکی تھیں sir ایک ایگریمنٹ پچھلی بلوچستان گورنمنٹ کے ساتھ اور دوسرا چار ضلعوں کے لوگوں کے ساتھ ہوا تھا۔ جیسے امان اللہ صاحب نے فرمایا کہ ملازمت اور رائلٹی، ایک رائلٹی وہی ہوگی جنہوں نے بلوچستان گورنمنٹ کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، آپ کے سینڈک اور ریکوڈک کی پروجیکشن بھی شروع ہو چکی ہے۔ لیکن بد قسمتی سے بلوچستان کو ابھی تک انہوں نے نظر انداز کیا ہوا ہے۔ وہ رائلٹی ابھی تک نہیں پہنچ رہی ہے۔ کیونکہ وہ اسلام آباد سے کوئٹہ اونٹ پر آ رہی ہے دو چار مہینے کے بعد۔ جہاز پر نہیں کہ جلدی پہنچے۔ اسکے لئے میں قائد ایوان سے گزارش کرونگا کہ ریکوڈک اور سینڈک پروجیکٹ کی پروجیکشن ہو رہی ہے اور آج تک انہوں نے بلوچستان کو رائلٹی نہیں دی۔ انہوں نے چار قبائل خاران، واشٹک، دالبندین اور چاغی نوشکی سمیت انکے ساتھ ایگریمنٹ کیا ہے۔

لیکن ابھی تک انہوں نے ایک آدمی وہاں کی بھرتی نہیں کی ہے۔ اسلام آباد سے direct بھرتی ہو کر آ جاتے ہیں۔ وہاں کے لوگوں کو فائدہ نہیں ہے۔ اسکے لئے sir میں قائد ایوان سے گزارش کرونگا کہ مہربانی کر کے وہاں کے مقامی لوگوں کو بھرتی کروائیں، کیونکہ انکو زیادہ پروٹیکشن تو یہی سے ملے گا۔ Thank you جناب اسپیکر صاحب! میں آپکا مشکور ہوں۔

جناب اسپیکر: Thank you. جی۔ بابت صاحب!

جناب عبداللہ جان بابت: جناب اسپیکر! ایک مسئلہ ہے۔ پولیس اور بی سی میں ایک sub-branch ہے یہ روز لوگوں سے پیسے لیکر انکے ٹرانسفر کرتے ہیں۔ خدارا! آئی جی صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ ٹرانسفر ہو رہے ہیں ایسے لوگوں کو لگاتے ہیں اور انکی تنخواہیں ایس پی اور ڈی ایس پی اپنی جیبوں میں ڈالتے ہیں اور لوگوں سے کام بھی نہیں لیتے ہیں۔ اُدھر نہ پولیس ہے نہ کچھ ہے۔ خدارا! اس پر کچھ کر دیں۔ ہر وقت یہ بی سی والے، آج اُسکو ٹرانسفر کیا پھر اُس سے چار ہزار روپے لے لیا۔ پھر اُسکو واپس روکا ہے۔

جناب اسپیکر: یہ صحیح باتیں ہیں۔ یہ چیزیں قائد ایوان کے نوٹس میں ہیں۔

جناب عبدالرحیم زیا رتوال (صوبائی وزیر): گزارش یہ ہے کہ میں نے کل بھی کہا تھا ہمارا یہ ایوان اس صوبے کا سب سے مقتدر ایوان ہے۔ اور اسکی جو رپورٹنگ ہے، میں نے صبح جنگ اخبار پڑھا ہے۔ اور یہاں پر پولیس کی آزادی کی بنیاد عبدالصمد خان اچکزئی نے رکھی تھی۔ اور اُسکا نام آج جنگ اخبار میں چھاپنا، وہ ایوب خان کے مارشل لاء کا پہلا قیدی اور آخری قیدی تھے۔ اور اُسکو انہوں نے گوارا ہی نہیں کیا نہ اُن چیزوں کو انہوں نے اس معنی میں چھاپا ہے۔ اُنکے رپورٹریہاں موجود ہیں۔ اگر اُنکو کوئی دوسرا ہدایت دے رہا ہے کہ یہ چھاپنا ہے یہ نہیں چھاپنا ہے تو بھی غلط ہے اور اگر وہ اپنے طور پر یہ کرتے ہیں تو میں یہاں اس ایوان کے توسط سے، آپکے توسط سے قائد ایوان صاحب بیٹھے ہیں، یہاں ہم آئے ہیں، اُسکی سب سے پہلی ذمہ داری یہی ہے میں صرف اپنی بات نہیں کر رہا ہوں جو آدمی یہاں جو کچھ کہتا ہے اُسکو ہمارے عوام تک من و عن پہنچایا جائے۔ اس ایوان کی جو کارروائی ہے جو کچھ یہاں بولا جاتا ہے اُسکو من و عن چھاپیں، اُسکو جگہ دیں۔ درمیانی صفحے میں چھاپتے ہیں اس پر اعتراض نہیں ہے لیکن بات یہ ہے کہ اُسکو شہ سرخیوں کے ساتھ جو کچھ کہتے ہیں اُن تمام چیزوں کو چھاپا جائے اور جو باتیں کل ہم نے کی ہیں انکا آدھا بھی اخبار میں نہیں ہے۔ یہاں گورنر مقرر ہوا ہے، اور وہ گورنر، یہاں اور باتیں ہوئی ہیں۔ تو کیا ہم اُن سے سیکھیں یا اخبار والے ہماری باتیں چھپائیں گے۔ بس دو باتیں ہیں۔ اگر وہ ہمیں راستہ دکھاتے ہیں پھر وہ guide کریں وہ راہبر ہونگے، یہ ایوان مقتدر نہیں ہوگا۔ اور ہمارا جنگ اخبار

مقتدر ہوگا۔ اگر یہ ایوان مقتدر ہے تو اُسکی حیثیت ہر کسی کو تسلیم کرنا ہوگا۔ جناب! یہاں بیورو کریسی بیٹھی ہے۔ سب کے سامنے میں نے یہ کہا کہ اس ایوان کا جو تقدس ہے۔ اس ایوان اور اس صوبے کے تمام لوگ اُسکے تقدس کو تسلیم کریں اُسکو مقتدر مانیں اور اخبارات اور پریس والے ان چیزوں کو highlight کریں، جو کچھ یہاں کہا جاتا ہے یہ عوام تک پہنچایا جائے۔ یہ ہماری گزارشات تھیں آپکے توسط سے اور مجھے اُمید ہے کہ آپ اُنکو اس حوالے سے ہدایات دیں گے۔ شکر یہ۔

جناب اسپیکر: جی بالکل۔ انشاء اللہ ایوان کا کردار اتنا اعلیٰ ہوگا کہ وہ خود تسلیم کر لیں گے نمبر ایک۔ ہمارے کردار سے وہ قائل ہونگے، نمبر دو، جیسے آپکی کمیٹیاں active ہوں گی یہ چیزیں اُن میں آنے لگ جائیں گی۔ Thank you very much ڈاکٹر صاحب! آگے بڑھیں ناں بجٹ میں پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں ہوتا۔ during budget۔ جی۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: جناب والا! آج کا مشرق اخبار پڑھا، نیب زدہ جو لوگ ہیں وہاں as a Director لگائے گئے ہیں۔ اپنے گھروں کو وہ واپڈا کے offices بنا کے لوگوں کو وہاں بٹلاتے ہیں۔ اور واپڈا کے ہر اُس چیز میں مداخلت کرتے ہیں جس میں انکی مداخلت نہیں ہونی چاہیے۔ ٹرانسفرز پر پیسے لیئے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ جو واپڈا میں آئی بی اور فلانے کے cases میں مُبتلا ہوتے ہیں اُسکو کسی competent بندے کی جگہ پر ٹرانسفر کرنے کی سفارش کرتے ہیں۔ واپڈا کے سب سے بڑے آفیسر سے جب میری بات ہوئی اُس نے کہا کہ بھئی! ہم تو انکی بات مانیں گے وہ ہم سے یہ کام کرواتے ہیں۔ یا تو ہم نے واپڈا چلانی ہے یا اس کو چھوڑنا ہے یہ ڈائریکٹر سے۔ تو آپکے ذریعے سے Leader of the House سے یہ request ہے کہ وفاق کے ساتھ بات کریں کہ کم از کم ایسے لوگ لگائیں جو کم از کم ٹرانسفرز میں تو مداخلت نہ کریں۔

جناب اسپیکر: جی! قائد ایوان صاحب کے نوٹس میں ایک چیز لاؤں۔ کہ QESCO کا ایک Board بنا ہوا ہے نئے قوانین کے مطابق۔ وہ revamping مانگ رہا ہے۔ کہ نئی حکومت آگئی آپکے Board of Directors میں بھی لوگ چاہیے ہونگے۔ آپکی واپڈا میں بھی لوگ چاہیے ہونگے۔ یہ آپکو home-work کر کے اسلام آباد جانا ہے قائد ایوان کو، نواب ثناء اللہ زہری کو اور رحیم زیارتوال کو۔ please اس پر بھی آپ اپنا home-work کر کے یہ چیزیں وہاں سے نمٹا کے آئیں۔ شکر یہ۔ تو ابھی میں Floor دیتا ہوں میرے عاصم کرد کو۔

میر محمد عاصم کر دیگلو: مہربانی اسپیکر صاحب! کہ آپ نے مجھے بجٹ 14-2013ء پر بولنے کا موقع دیا۔ اسپیکر صاحب! آج ہماری خوش قسمتی سمجھیں کہ یہ بجٹ جو ہمارے ڈاکٹر عبدالملک بلوچ نے پیش کیا اُس پر ہماری پارٹی کے پارلیمانی لیڈر نواب ثناء اللہ زہری کی بھی کارکردگی ہے جو انہوں نے majority party ہونے کے باوجود ہمارے جو Party President ہیں میاں صاحب اُنکے کہنے پر انکو حکومت بنانے کی دعوت دی۔ اسپیکر صاحب! یقیناً یہ بجٹ جو پیش ہوا ہے تقریباً 198 ارب کا اسکے پیچھے پچھلے ادوار میں این ایف سی ایوارڈ ہوا تھا یقیناً یہ بلوچستان کی کچھلی گورنمنٹ کی کارکردگی تھی، یہ اُسکی کارستانی ہے۔ اسپیکر صاحب! آپکو یاد ہوگا آپ اسلام آباد میں تھے جب ہمارا بجٹ بنا تھا آپ وہاں ڈپٹی چیئرمین سینٹ تھے ہم اپنے قائد ایوان اور اپنی کابینہ کے ساتھ بجٹ بنانے کیلئے گرانٹ مانگنے آتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ پرائم منسٹر سے یہ بھی کہا کہ عید کے دنوں میں گاؤں کے لوگ شہروں کا رخ کرتے ہیں اور ہمارے Leader of the House اور اُنکی کابینہ اسلام آباد کا رخ کرتے ہیں بھکاریوں کی طرح۔ اسپیکر صاحب! یقیناً آپ نے صحیح کہا۔ آپ نے ایک مرتبہ یہ بھی کہا کہ خدا! بلوچستان کی جو پسماندگی ہے اسے آپ لوگ اُس انداز میں نظر انداز کر رہے ہیں ایسا دن نہیں آئے، یہ آپکے الفاظ تھے، کہ بلوچستان آنے کیلئے آپ کو پاسپورٹ کی ضرورت ہو۔ اسپیکر صاحب! بلوچستان کا پہلا بجٹ 19 جون 1972ء کو سردار عطاء اللہ مینگل کے وقت میں اُس وقت کے فنانس منسٹر احمد نواز بگٹی نے پیش کیا۔ ٹوٹل ڈولپمنٹ بجٹ 3 کروڑ پچانوے لاکھ تھانان ڈولپمنٹ بجٹ 18 کروڑ 5 لاکھ تھا۔ اسپیکر صاحب! water-sector کیلئے 76 لاکھ 54 ہزار، اریگیشن، کلچر کیلئے 29 لاکھ 86 ہزار، پلاننگ و ہاؤسنگ کیلئے 37 لاکھ 54 ہزار، انڈسٹریز کیلئے 3 لاکھ 60 ہزار، ایجوکیشن کیلئے 16 لاکھ 70 ہزار، ہیلتھ کیلئے 27.77 لاکھ، کمیونیکیشن اور ٹرانسپورٹیشن کیلئے ایک کروڑ پینتالیس لاکھ اعشاریہ 08، لیبر اینڈ مین پاور کیلئے 2 لاکھ 97 ہزار، رورل ورکس پروگرام جو آ پکی لوکل گورنمنٹ ہے اُسکے لئے 49.52 million اور ریسرچ کیلئے 4 لاکھ 96 ہزار رکھے تھے۔ اسپیکر صاحب! ایک تو یہ بلوچستان کا پہلا بجٹ تھا۔ آپ کی اسمبلی کے معزز ممبران اس کا اندازہ اس چیز سے لگا سکتے ہیں کہ جو پہلی اسمبلی بنی اسمیں بلوچستان کا یہ حال تھا۔ اسپیکر صاحب! اس سے پہلے جو ون یونٹ تھا اسمیں مین نے جو اعداد و شمار معلوم کرنے کی کوشش کی تو اسمیں بلوچستان کا بجٹ، مین سمجھتا ہوں کروڑوں میں نہیں بلکہ لاکھوں میں ہوگا۔ اسپیکر صاحب! آپ ایک طرف سارے پاکستان کو لے لیں ایک طرف بلوچستان کو جو ملک کا نصف حصہ بنتا ہے تقریباً something 44 تو اسپیکر صاحب! آپ کس بنیاد پر اس صوبے کو دوسرے صوبوں کے برابر لانا چاہتے ہیں؟ اس سے پہلے مجھے یاد

ہے 1999ء میں ڈاکٹر مالک صاحب بھی اس اسمبلی میں تھے۔ اُنکی بھی کچھ قراردادیں اس اسمبلی میں آئیں۔ گیس، جی ڈی ایس سرچارج، رائلٹی کے بارے میں۔ تو اسپیکر صاحب! ہم اُس وقت بھی اس اسمبلی میں چیختے تھے اُس وقت کے جو Leader of the House مرحوم تاج محمد جمالی تھے، اُسے بھی ہم کہتے تھے کہ بلوچستان کا حصہ جو فیڈرل گورنمنٹ سے ملنا ہے اُسکی منصفانہ تقسیم نہیں ہو رہی اس کے لئے ہم جاتے ہیں فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ بات کرتے ہیں۔ اُس وقت ہمارے ساتھ ہماری پارٹی کے سربراہ شہید نواب اکبر خان لگی جو قائد حزب اختلاف تھے اُنکی اگر آپ speeches اُٹھا کر دیکھ لیں۔ اُنہوں نے بھی یقیناً جو فیڈرل گورنمنٹ کی طرف سے نا انصافیاں تھیں بلوچستان کے ساتھ، اُنکا اُنہوں نے تذکرہ اس فلور پر، اس اسمبلی میں کیا تھا۔ ہم وہاں بیٹھتے تھے جہاں آج مولانا واسع صاحب بیٹھے ہیں۔ تو اسپیکر صاحب! کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری بنیادی پسماندگی کی وجہ اُس وقت کے حکمران تھے جنہوں نے بلوچستان کے ساتھ ایک یتیم بچے جیسا سلوک کیا۔ اسپیکر صاحب! جب ہمارا این ایف سی ایوارڈ ہورہا تھا تو اُس وقت ہم نے کہا کہ بلوچستان کا ایک دیرینہ مطالبہ ہے وہ ہے محاصل کی تقسیم، اسکور قبے، منتشر آبادی اور پسماندگی کی بنیاد پر کیا جائے۔ اسپیکر صاحب! ایک حد تک ہم اُس میں کامیاب بھی ہوئے۔ اسپیکر صاحب! آپ کو یاد ہوگا ہم جب اسلام آباد جاتے تھے، ہمیں بھکاریوں کی طرح، 24 million یا 30 million یا 20 million زبردستی ہم منت سماجت کر کے لیتے تھے تاکہ ہم اپنا بجٹ بنا سکیں۔ اسپیکر صاحب! جب این ایف سی ایوارڈ کا مرحلہ آیا تو ہمارے اُس وقت کے قائد ایوان نواب محمد اسلم رئیس نے، ہم سب سے پہلے خیر پختونخوا گئے، وہاں کے چیف منسٹر سے ملے، اُسکے بعد ہم سندھ گئے، شاہ صاحب سے ملے، قائم علی شاہ صاحب تھے، اُسکے بعد ہم پنجاب گئے اپنے میاں شہباز شریف سے ملے اور اُن سے ہم نے کہا کہ جو محاصل کی تقسیم ہے وہ بالکل غلط ہے اور ہمارے بلوچستان کے حالات روز بروز بگڑ رہے ہیں اُنکی بنیادی وجہ یہی ہے۔ اُس میں میں شکر یہ ادا کرتا ہوں اپنے میاں شہباز شریف کا اُنہوں نے کہا کہ آپ لوگ بالکل صحیح کہتے ہیں۔ اسکے بعد ہمارے President of Pakistan جناب آصف علی زرداری نے ہماری help کی اور اُس وقت کے یوسف رضا گیلانی نے۔ مگر سب سے جو بڑا step اُس وقت کے فیڈرل فنانس منسٹر شوکت صاحب نے اُٹھایا۔ اسپیکر صاحب! اُنہوں نے بہت ہمت دکھائی اور ایک مرحلے پر تو نواب صاحب ناراض ہو گئے پھر اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ بھئی! نواب صاحب کو منوالیں۔ آج میں ہوں تو یہ ہوگا اگر آپ لوگوں نے آج بھی ناراضگی کا اظہار کیا تو یہ آج میں محاصل تقسیم کر رہا ہوں اسکے بعد آپ کو یہ کبھی نہیں ملے گا۔ اسپیکر صاحب! یہ اُنکے الفاظ تھے۔ پھر میں نے نواب صاحب کو سمجھایا کہ جو

شوکت صاحب کہہ رہے ہیں وہ ہمارے ہمدرد ہیں وہ بالکل صحیح کہہ رہے ہیں۔ تو انہوں نے بات مان لی اُسکے بعد جو حاصل کی تقسیم ہوئی ہمارے بلوچستان کی ایک دیرینہ خواہش تھی کہ آبادی کی بجائے رقبہ، منتشر آبادی اور غربت پر یہ حاصل تقسیم کیئے جائیں۔ اسپیکر صاحب! آپ کو یاد ہوگا جب این ایف سی ایوارڈ سے پہلے بلوچستان کا اُوورڈرافٹ ساڑھے 23 billion تھا۔ اسپیکر صاحب! اُس میں ہر ماہ یہ صوبہ 39 کروڑ روپے سود کی مد میں دیتا تھا۔ اسپیکر صاحب! ہم اسٹیٹ بینک کے گورنر کے پاس گئے کہ بھئی! یہ غریب صوبہ ہے یہ اسکا متحمل نہیں ہو سکتا اتنے سود ہم برداشت نہیں کر سکتے اسکو آپ soft-loan میں convert کر دیں۔ اور انہوں نے ہماری بات مان لی ایک دو مہینے تک ہمارے مذاکرات ہوئے۔ اُسکے بعد انہوں نے soft-loan میں اسے convert کیا۔ اسپیکر صاحب! میں آپکو، اس ایوان کو بتاتا چلوں کہ over-draft کے سود کی مد میں ہم نے 42 billion روپے ادا کر چکے تھے۔ اسپیکر صاحب! اُسکے بعد ہم نے فیڈرل گورنمنٹ سے استدعا کی کہ بھئی! یہ غریب صوبہ ہے یہ اس over-draft کی مد میں برداشت نہیں کر سکتا لہذا اسے آپ اپنے ذمہ لے لیں۔ کیونکہ اسٹیٹ بینک نے کہا کہ ہم اسے write-off نہیں کر سکتے ہیں۔ اُسکے بعد فیڈرل گورنمنٹ نے یہ اپنے ذمہ لے لیا اور اس کو write-off کیا گیا اس طرح بلوچستان کو اُس over-draft سے چھٹکارا حاصل ہوا۔ اسپیکر صاحب! اسکے بعد جو غیر ملکی قرضوں کا بوجھ تھا بلوچستان کے اوپر، وہ 49 billion کا تھا۔ اور اسمیں 3.5 billion روپے ملکی قرضے بھی تھے۔ اور صوبے کی آمدنی صرف 3.3 billion تھی۔ اور وفاقی حکومت سے ملنے والے فنڈز صرف 54 billion something تھے۔ تو اسپیکر صاحب! صوبے کا تریاتی بجٹ 12.78 billion تھا۔ مختصر یہ کہ حکومت اتنی کمزور تھی کہ صوبہ معاشی طور پر بالکل دیوالیہ ہو چکا تھا۔ اسپیکر صاحب! وہ قرضہ پچھلی گورنمنٹ نے سارے ختم کیئے اور اسکے بعد پچھلے پانچ سالوں میں فیڈرل گورنمنٹ نے بھی دوسرے غیر ملکی قرضوں کا ہمیں کہا اور گورنمنٹ آف بلوچستان نے انکار کیا اور ایک روپیہ بھی قرضہ نہیں لیا۔ اسپیکر صاحب! سی ڈی ایل کے 9 ارب کے قرضے بلوچستان کے اوپر تھے یہ 1970ء سے اس بوجھ تلے تھا۔ ہم نے وقت سے پہلے سارے قرضے ادا کر دیئے جب ہماری حکومت تھی اُس وقت بلوچستان ایک روپیہ بھی مقروض نہیں تھا دوسرے صوبے مقروض تھے بلوچستان واحد صوبہ تھا جو ایک روپیہ بھی مقروض نہیں تھا۔ اسپیکر صاحب! فیڈرل پی ایس ڈی پی کا میں کہوں کہ بجٹ میں جو ایلو کیشن ہمیں بلوچستان کے فیڈرل پی ایس ڈی پی میں رکھے گئے تھے اسپیکر صاحب! ہمارے پرائم منسٹراور پریزیڈنٹ نے کئی مرتبہ یہ کہا تھا کہ بلوچستان پر کوئی کٹوتی نہیں ہوگی۔ اسپیکر صاحب! ایک دفعہ، ہمارے کچھ دوست یہاں تشریف فرما ہیں، پرائم منسٹراور

پریزیڈنٹ سے جب ہماری میٹنگ ہو رہی تھی تو میں نے اُس سے کہا کہ آپ لوگ کہہ رہے ہیں کہ بلوچستان پر فیڈرل پی ایس ڈی پی کی مد میں کوئی کٹوتی نہیں ہوگی لیکن اُسکے باوجود ہمیں 27% دیا گیا ہے کیا آپ کے احکامات کو بیورو کرپسی کے سارے لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے، شاید وہاں چیف سیکرٹری صاحب بھی تشریف فرما تھے، کیا انکو یہ نہیں مانتے، آپکے احکامات کو اسپیکر صاحب! آپ یقین کریں جو انہوں نے instructions دیئے تھے اُنکے باوجود، اسپیکر صاحب! میں آپکو ایک چھوٹی سی مثال دوں ہماری این ایچ اے کے ایلوکیٹ کیلئے جو پیسے تھے انہوں نے اُس وقت ہمیں صرف 27% دیا تھا۔ اسپیکر صاحب! جب ہماری نیشنل اقتصادی کونسل کی میٹنگ ہو رہی تھی تو ہمارے فیڈرل پروجیکٹس سارے رہ گئے تھے ہم نے اُنکا بائیکاٹ کیا، چیف سیکرٹری صاحب اُسکے گواہ ہیں۔ ہم اور ہمارے سی ایم نے اور دیگر نے اُسکا بائیکاٹ کیا کہ جب تک آپ ایلوکیٹ کیئے گئے پیسے ہمیں نہیں دیں گے ہم آپکی اس اقتصادی کونسل کی میٹنگ میں شریک نہیں ہونگے۔ اسپیکر صاحب! چیف سیکرٹری نے بھی ہمیں کہا ”کہ نواب صاحب کو منالیں۔ انہوں نے مان لیں“۔ مگر نواب صاحب نے کہا پہلے وہ ہمیں اسکی ضمانت دیں اس سے پہلے بھی بہت باتیں کر چکے ہیں جب تک وہ اُسکی ضمانت نہیں دینگے ہم اس میٹنگ کو attend ہی نہیں کریں گے اور ہم نے اُس میٹنگ کو attend ہی نہیں کیا۔ اسپیکر صاحب! پچھلے سالوں میں ہمارے فیڈرل پی ایس ڈی پی کے جو پروجیکٹس تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے 21 billion جو ہمارے lapse کرائے، ایک دفعہ 19 billion ایک دفعہ شاید 17 billion جو ہم نے اُس وقت حساب کیا تو 52 billion ہمارے lapse ہوئے تھے۔ اُس ٹائم کے پرائم منسٹر سے ہم نے کہا کہ یہ پیسے صرف آپ فیڈرل گورنمنٹ کی وجہ سے lapse ہوئے ہیں، کیونکہ آپ لوگوں کی جوسی ڈی ڈبلیو پی کی میٹنگ ہے آپ تین مہینے بعد کرتے ہیں چھ مہینے بعد۔ اور جو آپکی اینک کی میٹنگ ہے وہ آپ لوگ سال میں ایک مرتبہ کرتے ہیں جسے آپ لوگوں کو ہر سہ ماہی میں کرنی چاہیئے تھی مگر آپ لوگ جان بوجھ کر اسے delay کرتے ہیں جب تک سی ڈی ڈبلیو پی کی میٹنگ نہیں ہو جو اسے approve نہیں کریں اُسکے بعد جو اگلا مرحلہ ہے جو ایک بلین سے زائد کی اسکیمات ہوں وہ اینک کرتی ہے۔ اُس میں ہماری اسکیمیں سال کے end تک ہوتی ہیں پہلی سہ ماہی ویسے ہی ایک کوارٹر چلا جاتا ہے دوسری سہ ماہی میں اجلاس نہیں ہوتا ہے تیسری سہ ماہی جو آتی ہے اُس میں جب سی ڈی ڈبلیو پی کی میٹنگ ہوتی ہے وہ post pone ہو جاتی ہیں یا approve کرتی ہیں اینک کی میٹنگ ہی نہیں ہوتی ہے اور ہماری اسکیمیات ایسے ہی رہ جاتی ہیں۔ تو اسی لئے اسکو block allocation میں رکھا

otherwise سے ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا مگر پھر بھی ڈاکٹر صاحب نے جو کہا ہے کہ equal یہ سارے جو

block allocation میں ہیں سب کو equal دیں گے۔

جناب اسپیکر: شکریہ۔

میر محمد عاصم کر دیلو: ایک منٹ ڈاکٹر صاحب!

جناب اسپیکر: please ابھی آپ سمیٹ لیں۔

میر محمد عاصم کر دیلو: اسپیکر صاحب! ریکوڈک کا مسئلہ؟

جناب اسپیکر: بات ہوگئی ہے ناں، وہ امان اللہ نے اُس پر کہہ دیا ہے۔

میر محمد عاصم کر دیلو: میں اس پر کچھ بات کروں گا۔ اسپیکر صاحب! 93ء میں اس کا معاہدہ ہوا تھا۔ اسے

explosive کیلئے صرف دیا گیا تھا mining کیلئے نہیں۔ جو ہمارے اُس وقت کے Leader of the

House اور کاہنہ کا یہ فیصلہ تھا کہ اگر ریکوڈک کو TTC کمپنی لیتی ہے، اس کی refining کی فیکٹری یہاں

دالندین میں لگے گی۔ لوگوں کو روزگار بھی ملے گا اسپیکر صاحب! جیسا سینڈک کی refining یہاں نہیں ہوتی۔

وہ لوگ خام مال یہاں سے لے جاتے ہیں۔ وہاں سے جو بھی ہمارے ہاتھ پکڑتے ہیں، ہم انہیں بسم اللہ کہتے

ہیں۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ جو بھی کمپنی، otherwise جو کچھ چلی کاہنہ نے فیصلہ کیا تھا کہ بلوچستان گورنمنٹ

اسے خود چلائے گی۔ ہمارا یہ ہے کہ جو کمپنی، اگر بلوچستان گورنمنٹ خود بھی چلائے refining فیکٹریز وہاں

لگائے۔ جو ہمیں معلوم ہو کہ اس کا جو خام مال ہے یہاں furnishing ہو اُس میں جو حقیقت ہے اُس میں سونا کتنا

ہے تا ناکتنا ہے دوسری دھات کتنی ہے۔ اور اسکی اسپیکر صاحب! ہم ڈاکٹر صاحب کو یقین دلاتے ہیں ہم اُسکے

coalition partner ہیں۔ اور law and order کے حوالے سے کہ بلوچستان کا سب سے بنیادی

مسئلہ law and order ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی پہلی speech میں کہا ہے ”کہ میں اسے

control کرونگا“۔ ہماری دُعا ہے کہ ڈاکٹر صاحب اسے control کریں۔ اور ہم ان کے بالکل شانہ بشانہ

ہیں۔ ہم اُنکے بالکل supporter ہیں۔ کہ جو موجودہ صورتحال ہے law and order کی ہم چاہتے ہیں

بلکہ سارے عوام چاہتے ہیں کہ law and order کی صورتحال ٹھیک ہو جائے۔ کل سردار رضا محمد بڑیچ

صاحب کہہ رہے تھے کہ انواء برائے تاوان ایک منافع بخش کاروبار بن چکا ہے۔ ہمارے دوسرے ممبرز بھی اس پر

بات کر رہے تھے۔ تو مہربانی ڈاکٹر صاحب ہم آپکے ساتھ ہیں ہم آپکو support کریں گے۔ مہربانی کریں

law and order پر کسی سے compromise نہیں کریں۔

جناب اسپیکر: Thank you جی۔ جعفر خان مندوخیل! Please take the floor.

جناب منظور احمد کاکڑ: پوائنٹ آف آرڈر؟

جناب اسپیکر: پوائنٹ آف آرڈر نہیں کریں منظور صاحب! یہی تو problem ہو رہا ہے۔ جعفر خان مندوخیل!

Please take the floor.

جناب رحمت علی بلوچ: جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: نہیں رحمت صاحب! تھوڑا please۔ بعد میں وضاحت self-explanation کل بھی کر لیں گے۔۔۔ (مداخلت۔ مائیک بند) نہیں اس طرح نہیں Parliamentary آداب کے خلاف ہے۔ جعفر خان مندوخیل! Please take the floor! دوسروں کے مائیک off ہیں۔۔۔ (مداخلت۔ مائیک بند) سارے بلوچستان کی یہی حالت ہے۔ آپ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بعد میں مل لیں ناں۔

جناب رحمت علی بلوچ: جناب اسپیکر! تمام ٹرانسپورٹ بند ہیں، چنگور، واشک، نال اور خضدار روڈ ان تمام پر ڈاکوؤں کا راج ہے وہاں لوگ یرغمال ہیں۔ میں اسی لیے اس floor پر چلا رہا ہوں ہمیں عوام نے یہاں بھیجا ہے۔

جناب اسپیکر: عوام نے بھی کہا ہے کہ آپ وہاں جائیں، اسمبلی کے ممبر بنیں اور آداب پارلیمنٹ کے مطابق بات کریں۔۔۔ (مداخلت) نہیں، منظور صاحب! تھوڑا صبر کر لیں۔ یہاں speeches ہیں، CM صاحب نے بھی speech دینی ہے۔ please اگر اجازت دیں آپ۔ میری بات جو کہہ رہے ہیں۔ یار! آداب پارلیمنٹ ہے اُسکے مطابق جائیں، قوانین کے مطابق جائیں۔ جعفر خان بیٹھ جائیں۔ منظور کاکڑ صاحب! دو منٹ لیں۔ ہم جعفر خان صاحب سے کہتے ہیں کہ وہ دو منٹ صبر کر لیں۔

جناب منظور احمد کاکڑ: جناب اسپیکر! کونینڈ شہر کے حوالے سے ایک ضروری مسئلہ پانی، واسا کا ہے۔ واسا کے حوالے سے sir جو ہماری میٹنگز ہوئیں، یہاں اُس پر debate ہوا۔ پھر کمشنر صاحب کے ساتھ ہمارے 16 ایم پی ایز کونینڈ ڈسٹرکٹ کے sir، تو اُس پر ہماری میٹنگز ہوئیں۔ واسا کے پہلے 65 ٹیوب ویلز تھے جو سارے خراب تھے۔ جب ہماری میٹنگ ہوئی اُسکے بعد تو کچھ ریپئرنگ کی طرف چلے گئے۔ اور لوگوں کو شہر میں پانی ملنا شروع ہوا۔ اب دوبارہ واپڈانے پی ایچ ای کے اور واسا کے ٹیوب ویلز کے کنکشن کاٹ دیئے sir۔ تو اس حوالے سے پہلے سے شہر عذاب میں مبتلا تھا۔ اب دوبارہ واپڈانے اسکو ایک اور عذاب میں ڈال دیا۔ آیا واپڈا کے صرف واسا اور پی ایچ ای ہی مقروض ہیں یا کچھ اور ڈیپارٹمنٹس بھی؟ لہذا میں آپکے توسط سے

قائد ایوان صاحب سے یہی request کرتا ہوں کہ جناب! واپڈ اسے related مسئلہ پر بات کر کے شہر کا مسئلہ حل کر دیں۔ اور دوسرا مسئلہ کچلاک جو کوئٹہ ڈسٹرکٹ میں ہے sir، جس کی بجلی 18 گھنٹے ہوتی ہے۔ آیا وہ اس ڈسٹرکٹ کا حصہ نہیں ہے؟ تو میں اسی فورم کے توسط سے قائد ایوان صاحب سے یہی request کروں گا کہ کچلاک کے حوالے سے بھی sir واپڈ اسے بات کی جائے۔

جناب اسپیکر: صحیح ہے۔ thank you قائد ایوان صاحب کو ابھی بہت سی باتوں کا جواب دینا ہے۔

آپ سنیں گے اسلئے تھوڑا صبر کر لیں please

جناب منظور احمد کا کڑ: Thank you جناب!

جناب اسپیکر: جعفر خان مندوخیل صاحب!

شیخ جعفر خان مندوخیل: Thank you Mr. Speaker for giving me time. میں آج

موجودہ بجٹ 2013-14ء پر چند points کی نشاندہی کروں گا زیادہ detail میں نہیں جاؤں گا۔ کیونکہ میں خود بھی اسمیں بیٹھا ہوا تھا جب یہ بن رہا تھا۔ بہر حال اسمیں جو کمزوریاں ہیں، اُنکی بھی تھوڑی نشاندہی کروں گا اور اسکے جو اچھے points ہیں اُنکی بھی۔ اور اُس کیلئے recommendations بھی دوں گا تاکہ آگے کیلئے بہتر گورننس ہو سکے۔ کیونکہ موجودہ حکومت وجود میں آئے ہوئے اُسکو دوہفتے بھی نہیں ہوئے ہیں۔ عوام کی اس سے توقعات ہیں۔ یہ بڑی پارٹیز پر مشتمل ایک گورنمنٹ ہے۔ تو اسمیں صرف گورنمنٹ کا stake involve نہیں ہے، اُن پارٹیز کا اپنا stake بھی involve ہے۔ کہ What will be behaviour of them? آیا جیسا ہم پہلے کر رہے تھے، ہر ایک بادشاہ تھا۔ اُس طریقے سے ہوگا تو پھر There will be no delivery. اگر کوئی صلاح مشورہ، ترتیب یا کسی چیز کو اچھائی کی طرف لے جانے کیلئے۔ اور cooperation اس system میں ہوگا۔ Then definitely they can deliver. جناب! ہمارے پاس اتنے resources ہیں میں سمجھتا ہوں کہ مجھے شاید بعض اوقات اگر کسی چیز میں کمی ہو، تو ہم فیڈرل پر ڈیکمٹس بھی اول تو take-up نہیں کرنا چاہئے کیونکہ فیڈرل گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے۔ لیکن ہم take-up بھی کر سکتے ہیں۔ اگر اسمیں ہمیں صحیح طور پر خرچ کرتا ہوا نظر آئیں۔ سب سے پہلے اس گورنمنٹ کیلئے جو ابھی وجود میں آئی ہے، اُسکے لئے جو چیلنج ہے، میں وہ بیان کروں گا۔ law and order، challenges، law and order۔ کچھ ہمارے geographical conditions کی وجہ سے، جو law and order کی position ہے،

،other neighbours after marks of Afghan War۔ انڈیا، Atomic instalations اس وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ پوری دنیا اکھٹی ہو گئی ہے۔ ہم لوگوں کو ادھر interest اُنکا involve ہو گیا ہے، ہر طرف سے، کہ کسی نہ کسی طرح سے ایک دوسرے کو نیچے دکھانے کیلئے ہم سے زور نکل رہا ہے۔ جیسے sectarian دیکھو۔ یہ ہماری war نہیں ہے۔ یہ کچھ اور دو حکومتوں، دوسری ادھر بیٹھی ہوئی باہر کی جنگ ہے۔ پیسے وہ خرچ کر رہے ہیں۔ اور ثبوت بھی ہیں اُنکے۔ لیکن Floor of the House میں چونکہ یہ سب papers میں آتے ہیں، بظاہر کچھ دوست ممالک بھی ہیں۔ تو اس وجہ سے تو اُسکی detail میں جانا، بیان کرنا نہیں ہے۔ میری اُن سے بھی، گورنمنٹ آف پاکستان سے بھی یہ request ہے کہ اُن حکومتوں سے یہ request کرے کہ خدا کیلئے ہمارے ملک کو اور especially ہمارے بلوچستان اور کوئٹہ کو اپنی تجربہ گاہ نہ بنائیں۔ یا اپنے لئے ایک دوسرے کو اوپر نیچے دکھانے کیلئے، اُنکے اپنے ملک بھی ہیں۔ اپنے ملکوں تو اُنہوں نے اچھے بھلے رکھے ہوئے ہیں۔ کوئی پرندہ پر نہیں مار سکتا ہے۔ سارا زور وہ ادھر نکالتے ہیں۔ اور ماشاء اللہ جو افغان جنگ کے بعد ہے، ہمارے پاس فوجی اتنے developed ہو گئے ہیں یا militancy اتنی develop ہو گئی ہے۔ any body can hire them جو حکومت کیلئے ایک چیلنج بنا ہوا ہے۔ دوسرا یہ جو طالبان factor of Pakistan۔ لوکل، اور BLA, BRA وغیرہ یہ تو میں نے کہا کہ geo-political صورت حال کی وجہ سے یہ erupt ہوئے ہیں۔ اور اُنکو بھی امداد مل رہی ہے۔ جس کے شواہد بھی ہیں۔ سب سے بہتر تو یہ ہے میری recommendation یہ ہوگی، اس اسمبلی میں تقریباً 90ء میں آئے تھے، اُسکے بعد ابھی تک ادھری ہیں۔ کہ جو چیز بات چیت سے حل ہو سکتی ہے اور جس بہتر طریقے سے حل ہو سکتی ہے، وہ آپ کسی کو شکست دے کر کے، ختم کر کے، وہ آگ اس طرح نہیں بجھتی، جو آپ خود ہی مل کر کے بجھالیں، تو سب سے بہتر یہ ہوگا۔ لیکن اگر اُسکا کوئی results نہیں آتا اُس وقت تک بھی گورنمنٹ کے اپنے بھی فرائض ہیں۔ اُسے اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی ہیں۔ اُن ذمہ داریوں سے کوئی بھی مبرا نہیں ہے۔ آج جو ہم لوگ یہ دیکھ رہے ہیں کہ صرف talks کے انتظار میں اور بہتر وقت کے انتظار میں ہم لوگوں نے پانچ، چھ سال، آٹھ سال گنوا دیئے ہیں۔ تو ملک کی ابھی یہ حالت ہو گئی ہے کہ میں اس گورنمنٹ کو بالکل، ابھی میں نے کہا کہ یہ گورنمنٹ ابھی چارج لیا ہے، تو ابھی اسکو میں کیا مورد الزام ٹھہراؤں۔ لیکن جو ورثہ میں ملا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی serious efforts بھی اسکو کنٹرول کرنے کیلئے نہیں ہوئے۔ آخر 16 ارب روپے دے رہے ہیں law enforcement agencies کو، کس لئے؟ 16 ارب میں سے 2 ارب ان لوگوں کو دے دیئے

جائیں، یہ جنگ ہی ختم ہو جائیگی۔ لیکن وہ گورنمنٹ کا طریقہ کار نہیں ہوتا ہے۔ تو پھر دس اور کھڑے ہو جائیں گے۔ ”کہ ہم کو بھی بھتا دو، ورنہ ہم جنگ کرتے ہیں۔“ گورنمنٹ کو اپنی ذمہ داریاں جس وقت تک، جو بھی talks، اور negotiations کا میاں تک پہنچتے ہیں till that اس وقت تک گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے۔ اُسکے لئے میں یہ کہتا ہوں کہ آفیسرز کی posting میں especially strategic areas میں، جدھر یہ چیزیں خراب ہیں، اُدھر کوئی سخت اور اچھی reputation کے آفیسرز بھیجے جائیں۔ بے شک ایم پی ایز، ہم لوگوں کی جو ہیں اور دوسرے، اُنکا خیال رکھنا کوئی اتنی مشکل بات نہیں ہے۔ اُنکا تو normally اتنا بڑا ان چیزوں کے ساتھ واسطہ بھی نہیں ہے۔ اپنے ایم پی اے فنڈز کے ساتھ واسطہ ہوگا۔ یہ چار چھ لوگوں کے کام ہونگے۔ وہ کہے گا، وہ کر دے گا۔ وہ اتنی بڑی رکاوٹ نہیں ہے۔ ہم لوگ بھی کہتے ہیں۔ دوسرے بھی کہتے آرہے ہیں۔ وہ آفیسروں کیلئے نہیں ہے۔ لیکن پوسٹنگ اُن لوگوں کی جائے جو اس چیز کو خود بھی ایک ذمہ داری اور ایک چیلنج سمجھیں۔ بہر حال recommendations کی طرف تو میں بعد میں آؤں گا۔ یہ چیزیں میں نے ڈاکٹر صاحب کے نوٹس میں لائیں۔ آج حالت دیکھ لیں، اسکے بعد سوائے جو crimes ہیں۔ وہ کس کھاتے میں، اُنکو کس وجہ سے کوئی نہیں پکڑ رہا ہے۔ ابھی آپکے یہ sectarians ہیں۔ یہ کس حالت تک پہنچ گئے ہیں۔ انغواء برائے تاوان ہے۔ میں نے کہا کہ آگ جب ایک جگہ لگتی ہے، ابھی پشتون ایریا تک پہنچ گئی، ابھی ہمارے ڈاکٹر ز انغواء ہوئے ہیں اُس سے پہلے ہمارے ترین صاحب انغواء ہوئے تھے۔ اُس سے پہلے ایف سی والوں کو انغواء کیا گیا۔ اُس سے پہلے آپکے بی آر ایس پی اور مرسی کور والوں کو انغواء کیا گیا۔ سوکس جوڑے کو انغواء کیا گیا۔ یہ سارے پشتون ایریا سے انغواء کیئے گئے ہیں۔ حالانکہ وہ normally ہمارے رواج اور ہماری روایات اور ان چیزوں میں اسکی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس ایریا میں وہ mix-up کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی crime ہوتا ہے بھی، ایڈمنسٹریشن ڈال دیتی ہے۔ وہ اُسکو ”کہ بھئی! یہ تو political position ہے۔ political نہیں ہے، Crime is a crime. who have ever committed, he should be taken at the task. تو اُسکا علاج یہ ہے کہ آپکی جو law enforcement agencies ہیں۔ FC کی dependence ہے، لمبے time تک، وہ appreciable نہیں ہے۔ اُسکے locals کا، اُنکی training ہی اس قسم کی ہے کہ ہم لوگوں کو بھی روک کر کے ایسے rash بات کر دیتے ہیں۔ تو خیر پرواہ نہیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں ”ٹھیک ہے کھڑا ہے چیک پوسٹ پر۔“ لیکن عام لوگوں کا، اُنکے ساتھ اُنکا problem آجاتا ہے۔ پھر عام لوگ اُن سے بھی used-to ہو جاتے ہیں۔ پھر بھی ابھی F.C deploy

ہے کوسٹ میں۔ اُسکا وجود کوئی خاطر خواہ نظر نہیں آیا۔ تو It's a better and well trained force. لیکن اُنکو پھر اپنے حالات کا اتنا پتا نہیں ہے جتنا پولیس کو ہے۔ کہ جو crime ہوا ہے، کس نے کیا ہے۔ اس علاقے میں کون کون سے criminals ہیں، کس کس کے اوپر ہاتھ ڈالنا ہے۔ وہ غریب تو بے وس ہے۔ وہ تو ایک چیک پوسٹ پر کسی کو check کر لے گا۔ اور کتنی گاڑیوں کو check کریگا؟ اگر اُسکو ایک ہزار گاڑیاں cross کر رہی ہیں۔ اور ہر ایک کو check کریگا تو it will take، سکول کی چھٹی ایک بجے ہوتی ہے میرے خیال میں بچے تو پانچ بجے گھر پہنچیں گے۔ تو humanly impossible ہے کہ each and every vehicle کو check کیا جائے۔ تو اپنی جو forces ہیں، پولیس ہے، لیویز ہے جس کے بارے میں میرے خود ہی بڑے reservations ہیں۔ اور آپکی اپنی ATF ہے۔ Which is a better force. It's equivalent to any better force of this country. آپ اُسکو FC کے مقابلے میں قراردادے سکتے ہیں۔ اُنکی تعداد، گو وہ بجٹ کے اُس میں پھر اُس پر آؤں گا کچھ جو اچھے اقدامات کا میں نے کہا ہے۔ ان لوگوں سے کام لینا ہے۔ آج لیویز کی یہ حالت ہے کہ official جو چھٹی ہے اُنکی وہ ہفتے میں چار دن ہے۔ پھر اُس میں سے ڈیوٹی یہ لگتی ہے ”کہ بھئی! تم پچاس آدمی ہو۔ پچاس میں سے پچیس نے دو دن ڈیوٹی کرنی ہے، پھر دوسرے پچیس نے دو دن ڈیوٹی کرنی ہے“۔ میں جب ثوب جاتا ہوں لوگ مجھ سے کہتے ہیں ”یار! یہ لیویز میں بھرتی کرواؤ۔ اس کی ایسی مزیدار تنخواہ ہے۔ بغیر کام کیے بالکل ایسے گھر پہنچ جاتا ہے“۔ ایسے لوگ بھی ہیں بولتے ہیں ”یار! میرے بچے کو دو سال ہو گیا لیویز میں، وہ بولتا ہے واللہ کے آج تک میں لیویز لائن گیا ہوں“۔ اُس نے پورے ایریا کا . eighty percent of the area کو control کرنا ہے، اُسکی حالت کیوں خراب ہوئی ہے؟ اس وجہ سے خراب ہوئی ہے کہ ایک بار اسکو total conversion کر دیا گیا پولیس کی طرف۔ وہ پولیس کے under آگئی۔ پھر دوبارہ لیویز کی طرف، اُنکا کوئی انچارج نہیں ہے۔ ڈپٹی کمشنر، He is not that Deputy Commissioner who used to be a Deputy Commissioner. powers میں بہت کم چیزیں رہ گئی ہیں۔ پھر وہ بھی corrupt ہو گئے ہیں۔ اُسکو جو آپ نے DCO بنا دیا ہے، وہ XEN بن گیا تقریباً، تقریباً۔ اُسکی زیادہ توجہ میں نے دیکھی ہے ایسے Deputy Commissioners بڑی اچھی reputation والے جنہوں نے گاڑیوں کے ٹائرز بھی بیچ دیئے۔ تو اُس ادارے کو بھی آپ نے صحیح کرنا تھا۔ یہ لیویز فورس under the head of Deputy

**Commissioner** کام کرتی تھی۔ پھر اُسکی ایک length تھی۔ اور یہ بڑی affective force بھی تھی۔ لیکن اب یہ چیلنج ہے کہ How to do it? ایک تو Court ہر چیز پر بولتا ہے ”ہمارے اختیارات میں مداخلت کرتے ہو“۔ تم تک ثبوت پہنچاتے پہنچاتے یہ نسل تو مرجائیگی کہ ہم لوگ ثبوت پہنچائیں گے۔ پھر تم سزا کرو گے۔ نہ کوئی ثبوت کیلئے، گواہی کیلئے جائیگا نہ آپ سزا کر سکتے ہیں۔ وہ موقع پر بیٹھا ہوا آفیسر دیکھ سکتا ہے کہ Who is the criminal. جیسا وہ جرگہ سسٹم میں ہوتا تھا۔ گواہ کی کم ضرورت پڑتی تھی کیونکہ جرگہ کو پتا ہوتا ہے کہ فلا نے آدمی نے فلا نے کے کہنے پر یہ عمل کیا ہوا ہے۔ جو بھی case اُسکی backbround سارے اُنکو پتا ہوتی ہے۔ ڈپٹی کمشنر اُسکے نیچے ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر پھر اسسٹنٹ کمشنر پھر تحصیلدار پھر نائب تحصیلدار ہے۔ ایک ایک پل کی رپورٹ اُسکو through لیویز اور تمام sources سے ملتی ہے۔ اُس ادارے کو ہم نے واپس re-establish کرنا ہے۔ اگر واقعی ہم نے governance improve کرنا ہے۔ جو law and order کیلئے سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اور آپکی اس development میں جو گڑ بڑ ہو رہی ہے، یا corruptons ہو رہی ہیں۔ اُسکو بھی check کیا جاسکتا ہے۔ دوسرا اور ثلے میں اس حکومت کو corruption۔ میرے خود اس اسمبلی میں 23 سال ہو گئے ہیں۔ پچھلے پانچ سال یا اُس سے پھر پانچ سال جو corrupton میں نے مرکزی level پر دیکھی ہے۔ این ایچ اے ایک سے دو پرسنٹ لیتی تھی۔ میرا سارا خاندان اُسکا Contractor ہے۔ وہ دس سے بارہ پرسنٹ تک این ایچ اے پہنچ گئی ہے۔ ناں کہ ادھر ہمارے والوں کو لتاڑا جائے۔ ہمارے والے ستر اسی پرسنٹ تک بھی پہنچ گئے۔ بولتا ہے اپنا کمیشن لو اور میرے پیسے واپس دیدو۔ تعریف تو ہم لوگ کرتے ہیں کہ وہ اس طرح تھا، اس طرح تھا، مجبوری کے ہاتھوں ہم لوگوں نے اس اسمبلی کے فلور پر بھی اُس وقت بولا تھا جب یہ گورنمنٹ تھی۔ یہ آپکے ریکارڈ میں ہے۔ ایک ارب کے پراجیکٹ کو گیارہ ارب تک پہنچایا گیا ہے۔ لمبائی وہی ہے۔ کیا وجہ ہے پراجیکٹ خراب کر دیا؟ علاقے کے لوگوں کا حال خراب کر دیا۔ کچی روڈ خراب روڈ پر سفر کر رہے ہیں۔ بند کردو تو وہ لوگ متاثر ہوتے ہیں۔ نہیں کرو تو آپکا پورا خزانہ بلوچستان کالے جاتے ہیں۔ تو یہ corruption اگر ہم ختم نہیں کر سکتے اسکو reduce کرنا ہوگا۔ اور اُن ڈیپارٹمنٹس کو plug-in کرنا ہوگا جو corruption کی main-source ہیں۔ ابھی میں خود بتاتا ہوں۔ یہ جو آپکے regular departments ہیں۔ یہ C&W ہے۔ ٹھیک ہے quality میں، دوسروں میں تیسروں میں کچھ ایریاز میں یہ normally irrigation ہے۔ پی ایچ ای ہے۔ پھر بھی یہ better ڈیپارٹمنٹس ہیں۔ وہ اُس حد تک نہیں جاتے ہیں

جہاں اُنکی اپنی نوکری ہیں۔ سوائے ایک آدھ آفیسرز کے، اُن میں بھی اس طرح ہوتے ہیں۔ وہ بہتر ہوتے ہیں۔ لیکن یہ نئے ڈیپارٹمنٹس، بی ڈی اے کے نام سے، کیو و اس کے نام سے، فلائی کے نام سے، فلائی کے نام سے۔ وہ تو main source of corruption تھا۔ سب سے پہلے اُسکی تجویز یہ ہے کہ اُن sources کو بند کیا جائے یا آپکی جو ڈیپارٹمنٹ ہے اس کا طریقہ کار ہے۔ وہ سارے اپنے line-departments کو آپ دیں۔ اور اُنکو بھی accountable کروائیں۔ کہ بھئی! کام اُس آدمی کو دو، جس کے ساتھ اگر روڈ کا کام ہے۔ تو اس کے ساتھ وہ requisite machinery اور experience ہو۔ بلڈنگ کا کام ہے۔ last دور میں، حقیقت میں ہم سب ٹھیکیدار بن گئے تھے۔ جس کا جو فنڈ تھا، بولتا ہے ”یہ میرے بھائی کو دیدو میرے بھتیجے کو دیدو میرے بیٹے کو دیدو فلائی کو دیدو“۔ اُس وجہ سے XEN کے باپ کی طاقت نہیں تھی کہ اُس سے وہ پوچھ سکیں کیونکہ وہ direct منسٹر کا آدمی تھا۔ تو وہ جو کچھ کرنا چاہتے تھے۔ تو اُس غریب کو experience نہیں تھی۔ اُس وجہ سے جو کام ہوئے ہیں، اُنکی حالت آپ دیکھ سکتے ہیں۔ میں خود گیا ہوں باہر۔ اکثریت روڈز جو ہم لوگوں نے بنائی ہیں، میری اپنی روڈز جو ہم لوگوں نے بنائی ہیں اُنکھڑی ہیں۔ کیونکہ آفیسر جو ہے ٹھیکیدار کے ساتھ شریک ہوتا تھا۔ ایک تو وہ کمیشن لیتا ہے۔ ایک پھر اُسکی شراکت ہوتی ہے، باقاعدہ Partner ہوتا ہے۔ اور یہ سلسلہ نیچے سے top پر ACS تک چلتا رہتا تھا development side میں۔ کیونکہ جب ادھر سے پیسے آتے تھے، ہر ایک اپنا حصہ کاٹا کاٹا field میں تو ستر پرسنٹ یا اسی پرسنٹ بھی نہیں پہنچتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ”کہ جب انہوں نے یہ کیا تو ہم لوگوں کو بھی اس level پر کون check کریگا؟ check انہوں نے کرنا تھا۔ وہ پہلے ہی اُس crime میں ملے ہوئے تھے۔ لہذا اس حالت تک پہنچ گئی ہے۔ Now it is a challenge to the government to bring a back to the proper position. کچھ تھوڑا کم کر دیں۔ کچھ normal کر دیں۔ اور کچھ تو ground پر اُس کام کے results بھی ہوں۔ اسکول اور ہسپتال بنائے ہیں۔ اور take-over ہونے سے پہلے ہی اُسکی چھت گر گئی ہے۔ اکثریت اسکولوں کی چھتیں sack ہو گئی ہیں۔ دروازے ایسے بنائے ہوئے ہیں کہ بچے جب تین چار دن کھولتے ہیں تو وہ خود گر جاتے ہیں۔ تو اس حالت تک اُسکی نوبت پہنچی ہے۔ That's a challenge for the government. ہم لوگوں کیلئے ہیں۔ We are also part of the government. ہم ٹریڈری پیچرز پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ reduction of the departments تو میں نے کر دیا ہے کہ development

These are the development departments specify کہ چاہئیں۔ کہ departments انہوں نے یہ کام کرنا ہے۔ پھر اُنکے اوپر بھی check رکھنا ہے۔ ابھی بی اینڈ آر بھی آسمان سے اُترا ہوا نہیں ہے۔ اُسکے اوپر بھی اگر check نہ ہو وہ بھی fudge کرتا ہے۔ ایریگیشن کا ہمارے علاقے میں تو بڑا اچھا ہے۔ لیکن نصیر آباد کا اُس دن آپکے سامنے جب بریفنگ دے رہے تھے۔ بولتے ہیں ”جو بھی پیسے آتے ہیں ایسے ہی واپس چلے جاتے ہیں۔ گراؤنڈ پر ایک روپیہ بھی نہیں لگایا گیا ہے“۔ ایریا تو ایریا یہ different اس طرح ہوتا ہے۔ پی ایچ ای کا cost of construction اتنا زیادہ ہے۔ اگر پانچ لاکھ کا واٹر سپلائی بنتا ہے، جیسے کہ سردار اسلم نے کہا۔ وہ پی ایچ ای آپکو تیس لاکھ روپے کا estimate دے دیگا۔ پھر آخر ہم حیران ہو جاتے ہیں کہ بابا! یہ تیس لاکھ اگر ہم دینگے تو ہمارے ٹوٹل پیسے ہم پانچ اسکیم بھی نہیں کر سکیں گے۔ اُنکے اوپر بھی check رکھنا ہوگا۔ پہلے ایسا نہیں تھا۔ جو original اُنکا cost آتا تھا، دو فٹ کھدائی کرتے تھے۔ دو فٹ کا charge کرتے تھے۔ پائپ کا جو cost ہوتا ہے، وہ cost add کرتے تھے، plus اپنا commission add کرتے تھے۔ contract profit add کرتے تھے۔ یہ ہوتا تھا۔ اب کیا ہے کہ دو فٹ کی کھدائی کی بجائے وہ چھ فٹ یا آٹھ فٹ show کرتے ہیں۔ ہوتا دو فٹ ہے۔ پائپ ایک نمبر خریدنے کی بجائے دو نمبر خرید لیتے ہیں۔ cost ایک نمبر کا charge ہوتا ہے۔ اور پھر اُسی لحاظ سے بعض علاقوں میں پائپ نہیں بچھائے گئے ہیں۔ اُنکا cost لیا گیا ہے۔ اُنکے اوپر بھی نظر رکھ کر کے اُنکو بھی درست کرنا پڑیگا۔ اُنکی accountability، میری بھی ہونی چاہیے اور اُن آفیسروں کی بھی ہونی چاہیے۔ میرے ساتھ جو دوسرے ہمارے colleagues، previous governments میں، اُنکی بھی ہونی چاہیے۔ تاکہ آگے کیلئے یہ ایک لوگوں کیلئے جب کسی کو سزا ملے گی تو نصیحت آئیگی۔ ڈر اُس وقت آتا ہے جب آپ کو سزا ہوتی ہے۔ accountability ہوتی ہے۔ مجھ سمیت، سب سے پہلے مجھ سے شروع کیا جائے۔ ایک local problem جیسا ابھی ہمارے رحمت صاحب نے فرمایا۔ ہمارے ژوب روڈ کا اس وقت local problem بتایا ہے۔ مجھے بڑے ٹیلیفون بھی کل آئے۔ ژوب روڈ کی اس وقت ٹرانسپورٹ تقریباً بند پڑتی ہوئی ہے۔ منی بس والوں نے ہڑتال کی ہوئی ہے۔ جب کمشنر، ڈپٹی کمشنر ان سے بات کر لیتے ہیں۔ اُنکا یہ خالی کہ ہمارا کام نہیں ہے آپ لوگ آپس میں میٹھ معرکہ کر کے اُنکو درست کر لیں۔ جو روڈ بند کرتے ہیں ان کو جیل میں ڈالو۔ یا کوئی غیر قانونی آیا ہوا ہے بغیر پرمٹ کے چلا رہا ہے، اُسکو جیل میں ڈال دو۔ لوگ تو متاثر نہ ہوں۔ ٹرانسپورٹ کئی دنوں سے بند ہے۔ میں نے کہا پھر اپنا ایک local problem ہے۔ آپکے آفیسرز

سارے جو ہیں۔ پتا نہیں کیوں اس چیز میں اتنا زیادہ یا شاید influential ہمارے طرح لوگ involve ہوں۔ جو اُنکے بس سے بھی باہر ہو۔ کیونکہ میں اتنی detail اُسکی نہیں جانتا ہوں۔ لیکن لوگوں نے بتایا ہوا ہے۔ last government میں، جو میں نے کہا کہ اسمیں law and order خراب ہوا ہے۔ اور جو دوسرے خاص کر کرپشن۔ اپنے اُس peak تک پہنچا ہے کہ صرف کرپشن ہی رہ گئی تھی۔ لیکن کچھ اچھے بھی کام کیے ہیں۔ جو ڈاکٹر صاحب ہماری گورنمنٹ کیلئے بھی، میں سمجھتا ہوں اسکو اگر ہم جاری رکھیں تو وہ بہتر ہوگا۔ ایک این ایف سی جیسا عاصم کر دگیلو نے کہا بہت بڑی achievement تھی۔ لیکن وہ صرف ہمارے لئے نہیں تھی۔ این ایف سی پہلے ساٹھ پرسنٹ تقریباً، پچپن پرسنٹ فیڈرل کا تھا۔ پینتالیس پرسنٹ صوبوں کا تھا پھر جو اُنکے charges تھے پانچ پرسنٹ۔ وہ تقریباً ساٹھ پرسنٹ فیڈرل گورنمنٹ کے پاس جاتا تھا۔ چالیس پرسنٹ پراونشل گورنمنٹ کے پاس۔ اب reverse ہو گیا ہے۔ latest position یہ ہے، 42.5 یا 43.5 یہ فیڈرل گورنمنٹ کے پاس جاتا ہے۔ بقایا سب provinces کے پاس آتا ہے۔ یہ تو تمام صوبوں کے حق میں یہ چیز مجموعی طور پر کی ہے۔ صرف یہ ہمارا کریڈٹ نہیں ہے۔ کہ سب کریڈٹ ہم لے لیں۔ وہ ہمارے گناہ تاکہ اُس میں چھپ جائیں۔ ”کہ ہم نے اتنے پیسے لیے، مجھے حق تھا پانچ دس ارب روپے کی چوری کرنے کا“۔ نہیں، وہ یہ تھا۔ ایک ہمارے حق میں جو آیا ہے inverse population۔ جو ایریا کا ہے 2.75 ہے یا کتنا ہے۔ اُس سے ہم کو یا پھر جو arrears مل رہے ہیں، گیس ڈیولپمنٹ سرچارج کے، وہ کبھی بھی نہیں ملتے۔ 1996ء این ایف سی کا، میں خود فنانس منسٹر تھا۔ بات ہی نہیں سنتا تھا۔ بولتا ہے ”گیس کے متعلق بات ہی نہ کریں“۔ ڈاکٹر مالک صاحب میرے ساتھ نان آفیشل ممبر تھے۔ وہ بات ہی نہیں سنتے تھے۔ یہ ایک achievement ہے۔ کہ یہ جو آپکے 120 ارب روپے ہیں۔ جو انہوں نے فیڈرل گورنمنٹ سے commit کروائے ہیں۔ اور اُس میں یہ گورنمنٹ کی بڑی achievement ہے۔ اور یہ inverse population جو انہوں نے ایک بار ڈال دی ہے 2.75 وہ بھی بہت بڑی رقم بنتی ہے، ہمارے جیسے صوبے کیلئے۔ کیونکہ ہماری double سے بھی زیادہ income ہو گئی ہے ان چیزوں سے۔ سب کو مل ملا کر کے direct transfer، State transfer، divisible pool، اور جو آپ اکٹھے کرتے ہیں۔ تو ہماری تقریباً وہ آمدن اُس سے double ہو گئی ہے۔ لیکن اب یہ ہر این ایف سی میں گنجائش ہے ”کہ بابا! آپ اگر کوئی چیز ڈال دیں، یہ inverse population کی، 2.75 کی بجائے اسکو چار پرسنٹ کر دو، اسکو پانچ پرسنٹ کر دو“۔ مجموعی طور پر بلوچستان کے مسئلے میں اگر اچھا plead کیا جائے۔ اور اچھے لوگ اُدھر چلے

جائیں۔ گورنمنٹ اپنے level پر تھوڑی محنت کرے۔ especially اسمیں جیسے انہوں نے کہا، شہباز شریف last این ایف سی میں بڑا sympathetic trip تھا بلوچستان کے معاملے میں۔ اُس نے زیادہ زور دیا کیونکہ اس سے پہلے این ایف سی جو ہوتی تھی سو پرسنٹ دنیا کا واحد ملک تھا پاکستان جو پالیٹکس پر جاتا تھا۔ جس کا سارا فائدہ یا سارا کریڈٹ پنجاب کو جاتا تھا۔ amount بھی اُدھری چلی جاتی تھی۔ کیونکہ ہم تینوں صوبوں کی اتنی نہیں تھی۔ اُنکی 57 یا 58 پرسنٹ تھی۔ ہماری کدھری 5% پر آتی تھی۔ اب جو 9% تک بن گئی ہے۔ تو اب یہ جو ایک بار جب introduction ہو گیا۔ وہ برف پگھل گئی ہے۔ یا وہ ٹوٹ گئی ہے۔ ice-break ہو گئی ہے۔ تو next این ایف سی جو آئیوالی ہے اُس میں آپ اسکو بڑھا کر کے پھر اپنے resources بڑھا سکتے ہیں۔ دوسرا یہ تھا کہ نواب رئیسانی کی گورنمنٹ میں deputation انہوں نے بند کیا ہوا تھا۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ لوکل گورنمنٹ کے آفیسرز بھی آ کر کے ڈپٹی کمشنر لگے تھے۔ سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ آپ deputation allow کرتے ہیں۔ وہ اسکے اوپر بڑی سختی سے کار بند تھا۔ وہ اگر maintain رکھا جائے تو آپ کے problems 50% ختم ہو جائینگے ورنہ ایسی حالت ہے کہ کوئی XEN کہتا ہے کہ مجھے D.C لگا لو۔ کوئی A.D کہتا ہے مجھے D.C لگا دو۔ کوئی لوکل گورنمنٹ کا XEN کہتا ہے کہ جی مجھے B&R میں لگا دو۔ کہ ناں ختم ہونے والی ہے۔ Public Representatives پر بھی اُنکا اتنا pressure جاری رہتا ہے کہ ناقابل یقین حد تک۔ وہ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ جب گورنمنٹ ایک فیصلہ کر لیتی ہے تو پھر کوئی آتا ہی نہیں ہے اُسکے لئے ”کہ بابا! یہ غلط کام ہے ویسے ہی بند ہے اسمیں گنجائش ہی نہیں ہے“ اور extension in services۔ تو service کا ایک rule ہے۔ service کی ایک age ہے ساٹھ سال۔ آپ جب ریٹائرڈ ہوتے ہیں تو اُسی وجہ سے ہی یہ departmental آپکا ایک process چلتا ہے۔ اُس میں آپکی پوسٹیں خالی ہوتی ہیں۔ جن پر دوسرے لوگوں کو بھی مواقع ملتے ہیں۔ ایک تو new post creation ہے وہ آپکے بجٹ میں آپ نے دیکھ لیا ہے اُسکی details آپکے سامنے ہے۔ بعد میں میں اُس پر بات کرونگا۔ اُسکی اتنی آپکے پاس گنجائش نہیں ہے۔ کہ آپ بیک وقت چالیس ہزار پوسٹیں create کر دیں۔ یا 30 ہزار پوسٹیں create کر دیں۔ یا بیس ہزار پوسٹیں۔ نہیں، یہ نہیں کر سکتے ہیں۔ ورنہ یہ بقایا چالیس کروڑ روپے جو ہم لوگوں نے development کیلئے نکالے ہیں۔ وہ یہ بھی کھا جائینگے۔ اور یہ چند خاندانوں کو جائینگے۔ پورے بلوچستان کو تو نہیں جاسکتے ہیں۔ definitely کچھ لوگ ہی employees ہونگے۔ وہ جو انہوں extension ختم کردی اُسکی وجہ سے کہ اچھی بھلی تعداد جو ہے ہر سال ہر department میں آتی ہے۔

posts خالی ہوتے ہیں۔ وہ اپنے وقت پر retired ہو جاتے ہیں۔ نیچے ایک خالی ہے۔ دونوں، وہ retirement کے آفسر کے verse years ہوتے ہیں۔ bureaucracy سے، میری معذرت کے ساتھ۔ retirement-age جو ہوتی ہے اس میں۔ کچھ لوگ اچھے ہوتے ہیں۔ یہ نہیں لیکن زیادہ تر خراب۔ وہ بولتے ہیں ”ابھی جا رہے ہیں ویسے اسکے بعد ہم لوگوں کی نہ ترقی ہونی ہے نہ دوسری چیز ہونی ہے“۔ اُس وقت وہ ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ تو یہ جب extension آتی ہے، time ہوتا ہے وہ صرف ہاتھ پاؤں مارنے کیلئے ہوتا ہے۔ normally وہ پھر کوئی ترقی وغیرہ یا development اس طرف توجہ نہیں دیتے ہیں۔ ایک contract appointments۔ ”بابا! یہ میرا رشتہ دار ہے۔ M.A pass کیا ہے“۔ بولتا ہے ”وہ اٹھارہ گریڈ کی post خالی ہے۔ اُس پر مجھے contract پر appointment کروادیں۔ یہ Chairman کی post خالی ہے مجھے contract پر۔ یہ G.M کی post خالی ہے مجھے contract پر appoint کروادیں۔ جو نیچے officers بیٹھے ہوتے ہیں۔ جن کی ترقیاں ہو کر کے اُن پوسٹوں پر آنے ہیں اُنکا کیا قصور ہے؟ اور اُن سے نیچے جو بیٹھے ہوئے ہیں، وہ پورا سلسلہ اس سے رُک جاتا ہے۔ بلکہ وہ جو vacancies کے معاملات جو آتے ہیں، وہ بھی اس سے رُک جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس گورنمنٹ کیلئے اس پالیسی پر کار بند رہنا چاہیے۔ یہی تھی بس۔ اس سے مجھے اور point نہیں ملا ورنہ وہ بھی بیان کرتا۔ کہ یہ services کے معاملے میں، کچھ، اور NFC کے معاملے میں میں نے۔ جو گورنمنٹ کی achievements تھیں وہ آپکو بتائی ہیں۔ موجودہ بجٹ کی طرف آتا ہوں۔ موجودہ بجٹ پر زیادہ trust ہم لوگوں کی، حکومت کا جو ہے یا ہم لوگوں نے جو دیا ہوا ہے۔ وہ social-sector میں ہے سب سے زیادہ۔ پچھلی حکومت کی روڈ ز کی طرف تھا۔ اس حکومت کا social-sector میں۔ جس میں واٹر، ہیلتھ اور ایجوکیشن شامل ہیں۔ سب سے زیادہ ایجوکیشن کو پیسے دیئے گئے ہیں۔ ساڑھے تین بیس پرسنٹ۔ یہ چند، اگر international-terms میں آپ کہیں، تو بہت اچھی بات ہے۔ وہ الگ بات ہے کہ ہم واقعی اسکو observe کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے۔ اُن لوگوں کو duty پر لاسکتے ہیں یا نہیں لاسکتے۔ اُس پر میں الگ بولوں گا۔ لیکن ایک سوچ گورنمنٹ کی، ایک اچھی سوچ ہے کہ لوگوں کو پہلے تعلیم یافتہ بناؤ۔ پھر water ہے۔ clean-drinking-water وہ ہر ایک کا حق بنتا ہے۔ یا پائپ لائن جو اتنے زیادہ ratio میں بلوچستان میں میرے خیال میں دنیا میں بہت کم لوگ ہونگے جن کو clear water available نہیں ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مشرف صاحب کے، ابھی جیل میں ہیں۔ لیکن جو

میری عادت ہے، جو اچھا کام کرتا ہے اسکو میں یاد کرتا ہوں، چاہے کوئی خوش ہوتا ہے یا ناراض ہوتا ہے۔ آپ کی ہر یونین کونسل level پر اُس نے ایک فلٹریشن پلانٹ لگوا یا تاکہ لوگ جا کر کے اُس پلانٹس سے ہی کم از کم کھانے پینے کیلئے ایک دو بالٹی پانی لیجائیں۔ وہ تمام کے تمام بند پڑے ہوئے ہیں۔ سوائے کینٹ کے جو چل رہے ہیں۔ باقی تمام کے تمام بند پڑے ہوئے ہیں۔ صرف اُسکا فائدہ یہ ہو گیا کہ اسکے اوپر جو ایک پوسٹ ہے وہ تنخواہ لیجا رہے ہیں۔ جب آپ کہتے ہیں ”کہ کھول دو“۔ تو وہ کہتا ہے ”خدا کیلئے یا! کیوں میں تو duty والا نہیں ہوں۔ مجھے تو ایسے ہی مل گیا تھا“۔ سب سے پہلے یہ گورنمنٹ اُن فلٹریشن پلانٹس کو شروع کرا دیں۔ تاکہ clean-water available ہو۔ اور دوسرا اُن areas کو جو ابھی تک un-accessible رہے ہیں، اُنکو بھی clean-water دیں۔ جو اس بجٹ میں ہم لوگوں کی priority رہی ہے۔ education میں، میں نے کہا کہ ساڑھے تین بیس پرسنٹ دینے کے بعد بھی اگر education improve نہیں ہوئی۔ تو پھر تو میرے خیال بند ہی کر دیں۔ وہی اُن پڑھ ہی بہت اچھا ہے۔ health کا، جو آپ نے B.H.U's کو improve کرنے کیلئے، R.H.C's کو improve کرنے کیلئے، وہ تمام لوازمات گورنمنٹ نے مہیا کیے۔ اور بجٹ مہیا کیا ہے۔ اُسکا الگ sector جو آ رہا ہے کہ وہ Doctors آئیں، کام کریں، جو دوائی اُنکو مل رہی ہے، وہ time-barred نہیں ملیں۔ صحیح دوائی ملیں۔ اور لوگوں کو health-services وہ پہنچادیں۔ تو Then it will be a big achievement, otherwise this will also go in waste. جیسے پہلے گیا ہوا ہے۔ ایک واپڈا جو ہے اسکی طرف ہمارے زیادہ مقررین نے توجہ نہیں دی ہے۔ واپڈا ہمارے ساتھ ایک امتیازی سلوک کر رہی ہے۔ اگرچہ میں fact کو fact کہتا ہوں۔ کیونکہ میں moderate Party سے ہوں۔ کسی کو زیادہ زور نہیں دیتا ہوں۔ سب سے زیادہ ہماری villages-electrification یا transformers electrification کے اوپر آتا ہے۔ پورے تینوں صوبوں کو اگر calculate کر دیں، ہمارا پچیس سے تیس پرسنٹ اُن سے زیادہ ہیں۔ ابھی لوگ آتے ہیں کہ ہم نے ایک کھمبا لگانا ہے۔ ایک ٹرانسفارمر لگانا ہے۔ حیران ہیں ہم پانچ لاکھ کدھر سے لائیں کہ انکو دیں۔ کیونکہ ایک گھر ہے۔ اگر وہ RUSSIAN لگا دیں جبکہ کمپنی وہی ٹرانسفارمر، وہی کمپنی جو واپڈا کو supply کرتی ہے۔ اگر ہمارے ساتھ کوئی alternate ہو۔ یا اُسکا بندوبست ہو۔ کیونکہ لائسنس نہیں ہے کوئی دوسرا ڈیپارٹمنٹ اسکو نہیں لگا سکتا ہے اور That we also اُن میں ایک competency لانے کیلئے ہم کو یہ کرنا پڑیگا۔ اپنے کسی ڈیپارٹمنٹ کو،

Power Department کو authorize کرنا پڑیگا۔ اسی Pel کمپنی کے، دوسری کمپنیوں کے جو ٹرانسفارمرز جن سے واپڈا خریدتی ہے، اُنکے quotations ہمارے ساتھ موجود ہیں۔ انکی آدمی قیمت سے بھی کم۔ یعنی آپکا آدھا پیسہ بچ سکتا ہے۔ آپ جا کر کے ٹرانسفارمرز دے دیں۔ وہ لوگ خود لگا دینگے۔ تو یہ مسئلہ ہم لوگوں کو دیکھنا چاہیے۔ لائن ہے۔ ہمارے تیس پرسنٹ زیادہ اُس پر خرچہ آتا ہے، کیا وجہ ہے؟ جبکہ آپکے K.P.K میں، پنجاب میں، آپکے pole کی price ایک ہے۔ تار کی price ایک ہے، ادھر کچھ اور ہے۔ اسکو ادھر تک لے آئیں۔ ادھر کچھ ایسے officers رہے ہیں جنہوں نے اپنی مرضی سے اسکو بڑھایا۔ اسکو واپس، کچھ تو آگئے ہیں، تھوڑا تو بہتر ہو گیا ہے۔ لیکن بیس پچیس پرسنٹ مزید down ہونے کی واپڈا کے اندر بھی گنجائش ہے۔ واپڈا ایک اور چیز بھی کرتی ہے 80 ہزار کا pole لکھ لیتی ہے آپکے estimate میں۔ جو structure، steel والے pole ہوتے ہیں۔ موقع پر جا کر کے یہ پی سی سی والا pole لگا دیتے ہیں جو کہ تیس ہزار کا ہے۔ تو پچاس ہزار انکی جیبوں میں چلے جاتے ہیں۔ ابھی لگانے والا، اس اسمبلی کے ممبر یا گاؤں والوں کو کیا پتا ہے کہ pole کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے pole لگ گیا بجلی آگئی ہے۔ ہم کہتے ہیں ہمارے لئے structure pole نہیں۔ سب پی سی سی کے pole دے دیں۔ equivalent ہے وہ بھی۔۔۔۔۔

جناب عبید اللہ جان بابت: جعفر خان صاحب! یہ جو ٹرانسفارمرز خریدے گئے ہیں، آپکی معلومات کیلئے۔  
جناب اسپیکر: بابت صاحب! یہ مسئلہ ہیں، بعد میں بیٹھیں گے۔ انکو بات کرنے دیں بابت صاحب! تھوڑا صبر اور حوصلے سے آپ سینئر آدمی ہیں۔

جناب عبید اللہ جان بابت: یہ ٹرانسفارمرز جو پہلی حکومت نے لیے تھے۔ وہ تمام کے تمام واپڈا کے بغیر وہ لائے ہیں وہ ایک دن بھی نہیں چلا ہے۔ پھر اُسکے لئے بھی کوئی طریقہ کار بنانا چاہیے کہ وہ ٹرانسفارمرز صحیح ہیں؟  
شیخ جعفر خان مندوخیل: وہی میں نے کہا کہ یہ Power Department کے through آئے ہیں۔ واپڈا نے جن کمپنیوں کو pre-qualified کیا ہے انہی کمپنیوں سے خریدیں۔ یہ چوری کے، جو روڈوں پر چکتے ہیں۔ آپکا ٹرانسفارمرز چوری کر کے 80 ہزار میں بیچ دیتے ہیں۔ تین لاکھ کا ٹرانسفارمرز 70 ہزار میں بک جاتا ہے۔ آج کل ٹرانسفارمرز منڈیوں میں چکتے ہیں۔ ایک تو اُسکی purchase کی گنجائش اسمیں نہیں ہے۔ سرکاری فنڈز کی ویسے بھی گنجائش نہیں اسمیں۔ Legislation کر کے ہمارے Power-Department کو اتنا authorize کیا جائے کہ وہ وہی ٹرانسفارمرز جو کہ واپڈا

Companies، Pre-qualified Companies، Pel، دوسرے، تیسرے، چار پانچ Companies ہیں انہی سے خریدیں۔ جو میں نے quotation کی بات کی تھی، وہ عام بازار والی کی نہیں کی تھی۔ انہی Companies کی تھی کیونکہ مجھے ان چیزوں کا ذرا زیادہ personal-experience بھی ہے۔ لیکن ہماری Provincial Government کو اجازت نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً وہ پیسے ہم کو double سے زیادہ rate خریدنے میں بھی واپڈ کو دینے پڑتے ہیں۔

جناب اسپیکر: میڈم کشور بی بی! آپ ادھر پیچھے کی طرف سے آجائیں ناں۔ ادھر آ کے نواب سے، جی please, continue

شیخ جعفر خان مندوخیل: law and order پر تو میں کہوں گا۔ پہلے میں نے کہا کہ اس کو control کرنا چاہیے۔ اُس کا سب سے زیادہ اچھا علاج کسی بھی سپاہی کا، ایک تو نظام درست کرنا ہے کہ اُس کے Chain of Command درست ہو جائیں۔ from Deputy Commissioner to Naib Tehsildar. کیونکہ 80% area آپ کی لیویز کے پاس ہے۔ جو اُسکی follies ہیں، ان کو دور کرنا ہے۔ کس طرح دور کرنا ہے؟ ججوں کے پاس میٹرھ لیجانا ہے ”کہ خدا کیلئے کچھ تو چھوڑو ہمارے لئے بھی۔ تاکہ پھر“۔ صرف پوچھتے ہو ”کہ تم نے کیوں یہ نہیں کیا ہے؟“۔ جب ہمارے ساتھ کسی چیز کا اختیار ہی نہیں ہے کہ کچھ کر لیں۔ تو پھر پوچھا بھی مت کرو۔ وہ صرف پوچھتے ہیں ”کہ یہ کیوں خراب ہے؟“۔ جناب! اختیار تو سب آپ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے۔ ہمارا ڈپٹی کمشنر، اسٹنٹ کمشنر، دوسرا، جن کی یہ ذمہ داری تھی۔ وہ ایسے بیٹھے ہوئے ہیں۔ صرف ایک disbursement officer بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کے پاس وہ اختیار نہیں ہے کہ وہ خود بھی کسی کو تھوڑی بہت punishment دے سکیں۔ تاکہ موقع پر کوئی ڈر، خوف، گورنمنٹ کا موجود رہے۔ اور دوسرا ٹریننگ جو ہے، موجودہ حکومت میں دو ٹریننگ سینٹرز ایک A.T.F type کے اوپر، موجودہ پولیس کو up-grade کرنا۔ ایک ٹریننگ سینٹر کیلئے الگ پیسے رکھے ہوئے ہیں۔ اور دوسرا لیویز کی ٹریننگ کیلئے بھی separate اسکول کھولنے کی گنجائش رکھی ہوئی ہے۔ کیونکہ ہماری لیویز total un-trained ہیں۔ جب ہمارے squad کیلئے کبھی یہ جاتے ہیں، وہ ایسے پکڑتے ہیں، میں کہتا ہوں ”خدا یا! اگر ایک miss-fire ہو گیا، میں تو گیا“۔ اُسکو gun پکڑنا نہیں آتا ہے۔ حالانکہ gun کو اس طرح پکڑا جاتا ہے۔ وہ اس طرح بالکل سامنے ہمارا ہوتا ہے۔ پھر گاڑی کھڑی کر دیتے ہیں۔ ”بھی! یہ gun کا رخ موڑ دو“۔ کیونکہ اسکو کبھی کسی نے بتایا بھی نہیں۔ انکو trained تو کر دو۔ حقیقت میں مجھے باہر

والوں سے اتنا ڈر نہیں لگتا ہے۔ وہ لیویز والے جو آتے ہیں کہتا ہوں اسکو پیچھے کر دو۔ تو یہ اچھے اقدامات ہیں جو اس گورنمنٹ نے کیے ہیں ہم لوگوں نے کیے ہیں۔ یہ دو سینٹرز جو ٹریننگ کے رکھے ہوئے ہیں۔ جب تک Force اچھی طرح trained نہیں ہوگی۔ اور وہ دو سال، چھ مہینے، آٹھ مہینے یا سال پر پڑ نہیں کریگی۔ فائرنگ نہیں کریگی۔ کوئی سختی نہیں کریگی۔ اسکو یہ احساس ہی نہیں ہوگا ”کہ میں سپاہی ہوں“۔ اسکو جب تک یہی احساس دیں ”کہ بھئی! مجھے تو جعفر خان کی سفارش پر لگایا گیا۔ لہذا میری تنخواہ جعفر خان نے دینی ہے۔ تو میری کوئی ذمہ داری نہیں ہے“۔ اس سے ہٹ کر یہ احساس اُس وقت آئیگا جب وہ trained ہونگے۔ پریڈ کریں گے۔ فائرنگ کریں گے۔ بندوق کو کھولنا اور بند ہونا اُنکو سیکھائیں گے۔ بندوق کی صفائی اُنکو سکھائیں گے۔ جو مشین ہے اُسکے ساتھ جو equipment ہیں۔ تو تب ہی وہ اس قابل ہوگا کہ وہ کر لیگا۔ لیکن یہ اچھے points ہیں کہ اسمیں یہ دونوں ہم لوگوں نے insert کئے ہوئے ہیں، اس بجٹ میں۔ اور ایک الگ پھر غضب یہ ہے کہ آج کل یہ بھی رواج شروع ہو گیا ہے ”کہ تین ہزار مہینے کا دو، ڈیوٹی پر آؤ ہی مت“۔ یہ مرض B.C میں سب سے زیادہ پھیلا ہوا ہے۔ ٹیچرز عوضی رکھ لیتے ہیں۔ یا اپنے E.D.O کو وہ monthly دے دیتے ہیں، اُس وجہ سے۔ ایک اور جو introduction ہے power-sector میں۔ اس میں ہم سارا ملبہ واپڈ اپر ڈال دیتے ہیں ”کہ واپڈ کے پاس ہے“۔ ہم دس، پندرہ سال سے واپڈ کے اوپر ملبہ ڈالتے رہے ہیں۔ واپڈ نے کچھ بھی نہیں کیا۔ Which is a fact۔ بلکہ ایک over-all پورے ملک میں بحران ہے۔ ہمارا تو زیادہ شدید ہے۔ ملک سے بھی زیادہ شدید ہے نسبتاً۔ لیکن پورے ملک میں بحران ہے۔ وہ آگے ایک دم مجھے اتنا جلدی حل ہوتا نظر نہیں آتا۔ Solar Energy کے جو آپ نے Units رکھے ہوئے ہیں، اس بجٹ میں۔ یہ appreciable چیز ہے۔ کیونکہ Solar Energy جو ہے، وہ گھر کا مالک اُسکا Unit کا مالک بن جاتا ہے۔ پھر وہ خود ہی اُسکا care بھی کرتا ہے۔ خود ہی اُسکو maintain بھی رکھتا ہے۔ اور وہ چلے گا بھی۔ آگے اُسکو پتا ہے ”کہ یہ میری property ہے۔ اگر میں خراب کروں گا تو دوسری نہیں ملے گی مجھے“۔ ٹھیک ہے ایک بار cost جاتا ہے۔ one time cost جاتا ہے۔ کوئی نہیں ہے۔ پیسوں کا میں سمجھتا ہوں کیونکہ میں خود Finance Minister رہ چکا ہوں۔ پیسے چاہے مرکزی حکومت کے جائیں، وہ بھی پیسے ہیں، چاہے ہمارے پیسے جائیں، وہ بھی پیسے ہیں۔ چاہے وہ یونین کونسل کے جائیں، وہ بھی پیسے ہیں۔ Waste of money ہے۔ یہ سارے اس ملک کے پیسے ہیں۔ آپکی جتنی reeducation ہو۔ اس طریقے سے اُس پر cost جو ہے، وہ دو تین سال میں recover ہو جائیگا بالکل۔ دو، تین سال میں maximum اُسکا

cost recover ہو جائیگا۔ پھر ساری زندگی کیلئے گورنمنٹ کی liability ختم ہو جاتی ہے۔ یہ جو ہم 7 billion، billions and billions ہم لوگ دیتے ہیں سبسائیڈی وغیرہ کے لئے۔ اس سے ہماری جان اسی طرح چھوٹے گی کہ ہم اسکے لئے کوئی ٹھوس اقدامات کریں۔ لیکن اسمیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا تھا کہ ہم نے کوئی plan کیا ہوا ہے کہ ٹیوب ویلز کو بھی ہم energize کرنے کے لیے ایک مربوط پروگرام بنا رہے ہیں۔ کیونکہ یہ تو بہت بڑا پروگرام ہے۔ اُسکے لئے تو واقعی ایک دم بجٹ میں اگر ہم پیسے رکھ لیتے تو سارا بجٹ شاید اُسکے لیے رکھنا پڑتا۔ لیکن اُسکے لئے وہ پروگرامز جو ہے۔ ٹیوب ویلز کو بھی ہم کو convert کرنا پڑیگا۔ ہماری واپڈا جو ہے ان ٹیوب ویلز کو نہیں چلا سکتی ہے۔ rate، charges ہم سے 24 گھنٹے کے لیتی ہے اور بجلی ہمیں چار گھنٹے دیتی ہے۔ charges تو وہ اپنی source میں fix کر لیتی ہے کہ ایک ٹیوب ویل کے اتنے charges ہیں۔ چالیس ہزار ہیں، پچاس ہزار ہیں، کتنا ہے تقریباً اسکے لگ بھگ ہیں۔ لیکن اسکی بجلی آپ کو ملتی کتنی ہے۔ دس ہزار کی بجلی ملتی ہے، پانچ ہزار کی ملتی ہے، پندرہ ہزار کی ملتی ہے، لہذا اس سے بھی جان چھڑانے کا میں سمجھتا ہوں ہمیں بندوبست کرنا چاہیے۔ اس وقت بلوچستان میں تین سیکٹرز ہیں۔ مائننگ ہے یا آپکے پرائیویٹ سیکٹر میں ایگریکلچر ہے یا لائیو اسٹاک۔ تو ایگریکلچر ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اس صوبے کے روزگار کا بھی۔ اگر سارا ایل زمیندار پر convert کر دیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان میں آپکو کوئی باغ نظر نہیں آئیگا۔ اُسکی آمدنی ہی اتنی نہیں ہے کہ وہ بل برداشت کر سکیں۔ لہذا گورنمنٹ ہر جگہ۔ انڈیا کی کیوں، ابھی یہ ایران کی product آرہی ہے۔ کل بھی اس House میں اس پر debate ہوئی ہے۔ میرے خیال میں لیاقت آغا صاحب نے بھی اسکے اوپر debate کی ہے۔ کیونکہ basically یہ چیمبر میں رہ چکے ہیں، انکو زیادہ details پتا ہوگا۔ گورنمنٹ اس حد تک سبسائیڈی دیتی ہے ایگریکلچر کے اوپر کہ you can't believe۔ انڈیا بہت زیادہ سبسائیڈی دیتا ہے۔ لہذا انکی product مارکیٹ میں جو کہ ادھر آ کر کے بھی ہماری والی product سے سستی پڑتی ہے۔ جبکہ ہمارے یہاں وہ سبسائیڈی نہیں ہے لہذا ابھی تو بجلی کا بل دیتے ہی نہیں ہیں یا بجلی ہے ہی نہیں۔ تو ہماری products بجلی نہ ہونے کی وجہ سے اتنی مہنگی ہو جاتی ہیں کہ وہ اُسکی competition نہیں کرتی ہیں۔ انکو سہولیات دی جائیں تاکہ لوکل جو آپکے باغبان ہیں وہ زندہ رہیں ورنہ یہ ختم ہو جائینگے۔ جب اسکی مارکیٹ میں کوئی مارکیٹنگ ہی نہیں ہوگی یا نقصان کی مارکیٹنگ ہوگی کب تک وہ برداشت کریں گے؟ especially federal government کے ساتھ take-up کرنے والی بات ہے۔ جو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ کو، فیڈرل گورنمنٹ کو بھی اعتماد میں لینا چاہیے۔ ہاں fertilizer پر

سبسائیڈی جو ہے۔ اول تو fertilizer ادھر ملتا نہیں ہے۔ اگر ملتا ہے وہ بھی بلیک پر۔ جو زمیندار بلیک پر fertilizer خریدتا ہے اسکا in-put زیادہ ہو جاتا ہے۔ آپ خود زمیندار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں بہت بڑے زمیندار ہیں۔ جتنا in-put زیادہ ہوگا اتنا ہی product آپکی مہنگی پڑے گی۔ تو وہ بھی ایک بڑا ذریعہ ہے fertilizer زیادہ کیا جائے۔ اسکی سمگلنگ روکی جائے۔ اُسکے اوپر مزید سبسائیڈی دی جائے۔ میں خود زمیندار نہیں ہوں اس وجہ سے، بابت لالہ بھی زمیندار ہیں، باغبان ہیں، اُسکو اس details کا زیادہ پتا ہوگا۔ یا آپ لوگوں کو زیادہ پتا ہوگا کیونکہ۔ You are related to it! ہاں! construction کے متعلق میں کوئی بھی detail احسن طریقے سے دے سکتا ہوں۔ میں ہر XEN کی آمدن بھی بتا سکتا ہوں کہ اس کی آمدن کتنی ہے۔ تاج جمالی صاحب کی حکومت تھی۔ خدا اُسکو بخشے، نیک دل انسان تھے۔ ہمارے چیف منسٹر رہے ہیں۔ آج تک اُسکی اچھائیاں ہم کو یاد ہیں۔ تو یہ ضلع create ہو رہے تھے۔ بارکھان ضلع کا نمبر آیا۔ وہاں اُس زمانے میں اُسکا ممبر تھا۔۔۔۔۔

جناب اسپیکر: میر باز محمد۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: جی ہاں باز محمد۔ اُنہوں نے کہا کہ ایک XEN۔ مطلب ضلع کے اوپر اتنا ہی خرچ آتا ہے جتنا ایک XEN کماتا ہے۔ تو وہاں اگر آپ چلے جائیں تو یہ بولتا ہے کہ میرا ضلع ہے۔ ایک XEN۔ ایک یہ بی ڈی اے بھی سفید ہاتھی بن گئی ہے۔ یعنی یہ بالکل ایک چینل تھا۔ جیسے کریشر مشین آپ نے دیکھی ہے۔ اس میں پتھر ڈالتے ہیں۔ کریش ہو کر کے direct وہ ادھر belt سے جا کر کے ٹرک کے اندر لوڈ ہوتا ہے۔ یہ بی ڈی اے تقریباً اس طرح تھی۔ بی ڈی اے، بی و اساء، major، and all these departments، corruption sources یہ تھے۔ ہماری utilization capacity یہ 44 ارب، یہ 40 ارب کی نہیں تھی۔ اُس میں سے میں سمجھتا ہوں کہ یہ انکی مدد تھی ہماری utilization capacity انہوں نے بڑھادی تھی۔ اُسکے اوپر، ایسے اداروں کو، At a government level we should not appreciate it . If we are with our province. ساتھ ہیں وہ تو الگ بات ہے۔ کچھ points ایسے ہیں جو اس بجٹ میں، دو تین میں نے دیکھے ہیں۔ میں نے اتنی details اُسکی نہیں دیکھی ہیں کیونکہ normally میں اسکو بہتر سمجھتا ہوں، چھوٹے چھوٹے projects آگئے ہیں۔ ہم نے کہا کہ پرواہ نہیں ہے ٹھیک ہے ڈال دیئے، یہ آتے ہیں۔ اتنا زیادہ بھی ہم سختی نہ کریں کہ اُسکو، اگر واقعی project، صحیح project ہو، بجٹ میں آ جائیں ویسے ہی وہ تو بلاک ایلوکیشن میں

late ہونے کی وجہ سے بعد میں بہتر identification ہو سکے گی۔ اگر ایک ہفتے کے اندر آپ identification کرتے تو اُس میں misuse کا 70% یا 80% خطرہ تھا۔ اب اگر بعد میں کوئی، جو جس آدمی کے ایریے میں کام ہونا ہے، وہ خود involve ہو کر کے خراب نہیں کریں، تو اُس کا بہتر utilization ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کوئی بُری بات نہیں ہے بلاک ایلو کیشن، مجبوری تھی ہماری۔ ادھر پی اینڈ ڈی ڈی پارٹمنٹ سے، آپ کے line departments سے اگر انہوں نے پورا سال کام کیا ہوتا ہے ایک abstract آپ کو دیا ہوتا ہے۔ اور ایک پورا تجزیہ دیا ہوتا ہے کہ یہ important ہے، اسکی cost of construction یہ ہے۔ اسکا retail ration یہ ہے۔ تو اُسکی بنیاد پر آپ بہتر پلاننگ کر سکتے تھے۔ جو کہ یہ سلسلہ ہمارے صوبے میں تو سراسر ہی ختم ہو گیا تھا۔ اُسکے نہ ہوتے ہوئے یہی تھا کہ اسکو block میں رکھا جائے اور بہتر اسکیمیں identify ہو جائیں اور پیسہ اچھی جگہوں پر لگ جائیں۔ بجائے بدنامی ہو ہماری فیڈرل گورنمنٹ میں بھی، ہر جگہ۔ شیخ رشید ایک دن تقریر کر رہا تھا۔ بلکہ بلوچستان میں ٹھیکیدار ہی ٹھیکیدار بھی ہے، وہ پی سی ون بھی بناتا ہے وہ پی سی 7 بھی بناتا ہے، وہ ٹینڈر بھی کراتا ہے، وہ فنڈ بھی release کراتا ہے۔ وہ Bill بھی sign کرتا ہے۔ یہ شیخ رشید کا جنرل پروگرام تھا اس کی اپنی باتیں ہوتی ہیں۔ میں کبھی کبھی دلچسپی سے اُسکی باتیں سنتا ہوں۔ بولتا ہے سب کچھ ٹھیکیدار ہے۔ سارا یہ ہے۔ وہ label ہم سے ہٹ جائیگا۔ میں نہیں چاہتا ہوں کہ اب اس politics میں یا اس اسمبلی میں جو آئے ہیں اسمیں اچھے لوگ بھی ہیں۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ توقع ہے اس بار۔ کہ جو پیسے لگیں وہ صحیح لگ جائیں۔ اور اسکا کوئی return بھی ہو گورنمنٹ کو۔ یا عوام کو اُس کا فائدہ بھی پہنچے۔ تب جا کر کے عوام مطمئن ہوں گے۔

جناب اسپیکر: جعفر خان! ابھی آپ، ہے تو بڑی interesting speech آپ کی ذرا سمیٹتے ہیں۔

شیخ جعفر خان مندوخیل: ابھی کہہ رہے ہیں، ابھی تو میں شروع ہوا ہوں۔ جیسا اُس دن مولانا صاحب کہہ رہے تھے ”کہ ابھی میں بجٹ کے اوپر کچھ بولوں“۔ میں نے کہا کہ اچھا! ابھی بجٹ پر آپ نے speech کرنی ہے۔ میں جلدی اسکو لپیٹنے کی کوشش کروں گا۔ یہ کوئٹہ سٹی روڈ کے لیے 2 hundered millions رکھے ہوئے ہیں which is very nice. لیکن میں اسکو سمجھتا ہوں جو شہر کی روڈز ہیں وہ انتہائی ختم ہیں۔ ایم پی اے صاحبان کی توجہ کیوں اس طرف نہیں جاتی ہے کہ ہم روڈز کی repairs بھی کروالیں۔ تو یہ دو سو ملین رکھے گئے ہیں اسکو enhance کرنے کی ضرورت ہے۔ تاکہ یہ، بی اینڈ آر کرتا رہے جیسا last سال وہ بھی گورنر کسی نے زبردستی ڈلوایا تھا، کہ یہ۔ چیف سیکرٹری بیٹھے ہوئے ہیں، سامنے بیٹھے

ہوئے ہیں اچھی بات نہیں ہے اُس کا نام لیتا۔ He was also in that time۔ کچھ روڈز جو improve ہوئی ہیں۔ لیکن ابھی دو سو ملین میں مجھے پتا ہے کہ actual cost بہت زیادہ ہے تھوڑا ان پیسوں کو زیادہ کرنا پڑیگا۔ دو سو ملین تو 20 کروڑ روپیہ آگئے۔ 20 کروڑ روپے سے کتنا، ایک دو روڈز بن جائیگی، تین روڈز بن جائیگی۔ اس سے زیادہ تو نہیں۔ اور ہماری دو اچھی روڈز تھیں۔ انکو بھی اس بار چونکہ وہ go on generally کی اکثریت خراب تھی تو گورنمنٹ نے ایک فیصلہ کیا کہ انکو تھوڑا cap کر دیا جائے، دیکھا جائے، جو اچھی روڈز ہیں، انکو رہنے دیا جائے یا جو اچھے پروجیکٹس ہیں، انکو رہنے دیا جائے۔ اور جو خراب یا بوگس پروجیکٹس ہیں۔ ایسے بھی پروجیکٹس آسمیں 50 پرسنٹ سے زیادہ مجھے پتا ہے۔ مطلب ایک گھر کے لیے اگر آپ دس کروڑ روپے کی روڈ بنا لیتے ہیں، 20 کروڑ کی روڈ بنا لیتے ہیں، 40 کروڑ کی بنا لیتے ہیں۔ waste of money ہے۔ صرف یہ پتا ہے کہ روڈ سے زیادہ ہیں تو اس وجہ سے تو گورنمنٹ نے ایک فیصلہ کیا کہ انکو تھوڑا cap کر دیا جائے، دیکھا جائے، اسکو check کیا جائے۔ جو feasible اسکیمیں ہیں یا اچھی اسکیمیں ہیں، ان میں ڈال دی جائیں۔ آسمیں کوئٹہ کی دو روڈز ہیں۔ ایک اولڈ سریاب روڈ جو ہے یا اولڈ مستونگ روڈ جو ہے، جو احمد بخش لہڑی صاحب، سابق چیف سیکرٹری کے دور میں identify ہوئی تھی، آسمیں تو بڑی رکاوٹیں ہیں۔ لیکن اسکی ضرورت ہے۔ سریاب روڈ کی حالت اگر آپ دیکھیں وہ چلنے کے قابل نہیں ہے۔ جمیل بگٹی صاحب کا گھر میاں غنڈی میں ہے۔ دن کو جب ہم جاتے ہیں ڈیڑھ گھنٹہ لگتا ہے۔ شام کو ہم جب واپس آتے ہیں تو 20 منٹ لگتے ہیں۔ تو اسکو بھی restore کیا جائے تاکہ any cost بھی ہو سکے۔ تاکہ ایک ہی کوئٹہ کا parallel نواں کلی سے کسٹم تک ایک دوسری روڈ جا رہی تھی اسکے لیے nominal allocation رکھی گئی ہے۔ وہ بہت اہم روڈ ہے مستقبل کیلئے۔ زمین occupy ہوگئی پروجیکٹ شروع ہے۔ لیکن اسکے لیے کم پیسے رکھے گئے ہیں وہ کس وجہ سے؟ یہ دونوں کوئٹہ سٹی کی وجہ سے بہت اہم روڈز ہیں۔ ایسٹرن بانئی پاس کا تو حال ہی خراب ہے۔ وہ تو بالکل بہت ہی زیادہ توجہ مانگتا ہے۔ ویسٹرن بانئی پاس تو اچھا ہے۔ این ایچ اے نے بنایا ہے۔ بہترین بنا ہوا ہے۔ اسکے اوپر جاسکتے ہیں لیکن ایسٹرن کا تو حال ہی خراب ہے۔ ایک اور روڈ ڈالی گئی ہے وہ پتا نہیں کس نے ڈالی ہے۔ ہم تو کمیٹی میں تھے کم از کم اتنا حق تو بنتا تھا ہمارے علم میں لے آتے۔ کل ڈاکٹر صاحب کو بھی میں نے ایک چٹ بھیجی۔ سیریل نمبر 371 صفحہ نمبر 44 پر۔ وہ میر علی روڈ ہے۔ 7 ارب روپے رکھے گئے ہیں، 75 کروڑ اسکے لیے ہیں۔ ہاں وہی جو سردار صاحب نے mention کیا تھا اسکو۔ 7 ارب رکھے گئے ہیں، 75 کروڑ اس سال کیلئے ہیں۔ یہ پتا نہیں کہ انکو یہ کدھر سے نظر آ گیا کہ یہ بہت زیادہ

ہیں۔ وہ ایم پی ایز کو بھی bypass کر دیئے ہیں۔ دوسروں کو بھی bypass کر کے اُسکے لیے رکھ لیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ پی اینڈ ڈی بھی اپنی پرانی عادتوں سے ابھی تک باز نہیں آیا۔ بولتا ہے ”بندر بوڑھا ہو جائے بھی تو لاٹھیاں کھانا نہیں بھولتا ہے“۔ روڈز میں نے کہا بہت ضروری ہیں یہ بننی چاہئیں۔ یہ روڈ بہت ضروری ہے، important روڈ ہے لیکن جو اسکی need ہے اُسکے مطابق ہو۔ آپکی این ایچ اے کے جو high specifications کی جو روڈ بنتی ہیں، اُن کے cost سے بھی یہ double ہے۔ تو یہ سمجھ میں نہیں آنے والی بات ہے۔ کیونکہ جب original Farm to Market Road کا estimate سوارا بنا تھا۔ پھر ٹینڈر جو ہوا ہے اسی اسمبلی آپکے House میں وہ موجود ہے۔ جس طرح ٹینڈر ہوا ہے، بی ڈی اے کا ٹینڈر تھا جو روڈ جس نے بننی تھی موٹروے کے rates لیکر کے انہوں نے وہ ٹینڈر بھرا ہے۔ پھر بھی وہ دوا رب تک پہنچا ہے پھر اسکو گیارہ ارب بنایا گیا ہے۔ ابھی پھر تھوڑا فاصلہ کم کر کے سات ارب بنایا گیا۔ پھر جب اس پر ایک بار کام شروع ہو جائے بولتے ہیں ”چار ارب کی اور ضرورت ہے یہ بھی دے دیں“۔ واپس اسی جگہ پر پہنچ جائیگا اسکی تھوڑی دیکھ بھال کر کے۔ اس روڈ کی ضرورت ہے بہت important روڈ ہے لیکن اسمیں وہ corruption element ختم کر کے actual روڈ بنائی جائے۔ سوشل سیکٹر کا جو میں نے کہا اس میں سب سے بڑا problem ایڈمنسٹریشن کا ہے۔ میں خود ایجوکیشن منسٹر ہوں چکا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب بھی ایجوکیشن منسٹر رہ چکے ہیں۔ ہمارے ای ڈی او اس قابل ہی نہیں ہیں کہ وہ اپنے ٹیچرز کو سنبھال سکیں۔ پھر اُنکے parallel اتنی strong یونینیں بن گئی ہیں کہ وہ انکو ہلنے ہی نہیں دیتی ہیں۔ پھر ایک ایک یونین کا جو صدر ہوتا ہے اُنکو monthly دو تین لاکھ روپے income ہوتی ہے۔ تو اُس چیز کو جب تک دُست نہیں کرو گے۔ اُتاق بنیں گے۔ اسی achievements جو ہیں جو پول ہیں ڈاکٹر صاحب نے پہلے دن یہ کہا کہ انہوں نے یہ کیا ہے۔ کل وہ گلہ بھی نہ کریں ”کہ وہ ہم کو نوکری سے نکال دیا ہے“۔ That means the government is serious in it. لیکن They have to implement it. otherwise اسکے اوپر خرچ کرنے کا نہ ہیلتھ کے اوپر نہ ایجوکیشن کے اوپر خرچ کرنے کا۔ یہ بے سود ہونگے پھر اُتاق بنیں گے۔ کھڑکیاں توڑ کر کے لوگ لے جائیں گے۔ کچھ ٹھیکیداروں کو روزگار مل جائیگا اور آفیسروں کو کمیشن مل جائیگا۔ سوشل سیکٹر سب کی میں بات کر رہا ہوں۔ نمبر ۱۰ ایجوکیشن اینڈ ہیلتھ۔ پی ایچ ای تھوڑا، اُس کی بھی maximum اسکیمز، 80% اسکیمز جو ہیں انہوں نے کی ہیں وہ بند پڑی ہوئی ہیں۔ لیکن سال ڈیڑھ سال دو سال بعد وہ خراب ہو جاتی ہیں۔ میری recommendations ہیں یہ کچھ points تھے

آپ نے کہا کہ time ختم ہو گیا ہے تو اس وجہ سے میں نے کافی صفحے پھینک دیئے ہیں۔ ایک recommendations ہیں، کچھ یہ سول انرجی، اسکو appreciate کیا جائے بلکہ جتنی بھی رقم ہو اس پر خرچ کیئے جائیں through proper, clear international tenders اس پر کیئے جائیں۔ اور جو اچھے specifications ہیں جو units ہیں وہ خریدے گئے ہیں اور proper price پر خریدے گئے ہیں اور جتنا بھی پیسہ اس پر خرچ کریں it is less. آپ کے پاس پیسے ہیں پیسوں کی کمی نہیں ہے۔ ایجوکیشن ہے اُسکی میں بات کرنا چاہتا ہوں ایک employments جو ہیں یہ اچھا اقدام ہے گورنمنٹ کی سب سے پہلے یہ کہ پبلک سروس کمیشن میں بھرتیاں میرٹ پر ہونگی۔ اریگیشن ڈیپارٹمنٹ کی جو اپنی capable officers ہیں، کوئی ضرورت نہیں ادھر آ پکو Consultants کی۔ Consultants جو ہیں Dummy Consultants ہیں۔ یہ میر علی روڈ جو ہے وہ Consultant اس پر کوئی پچیس سے پینتیس کروڑ روپے لے گیا ہے تین دن کیلئے بھی وہ ادھر نہیں گیا ہے۔ کیونکہ ادھر کچھ کمپنیاں ہیں جو کہ ہمارے concerned department کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ اب اریگیشن ڈیپارٹمنٹ خود اُسکی feasibility بنائے اُسکو جتنا پیسہ آپ دیں تاکہ اُن areas میں water storage dams بنائے جائیں۔ جن areas میں water level کا problem نہیں ہو وہ بھی دیکھا جائے ہر جگہ water recharge dam کی ضرورت نہیں ہے ابھی میرے ژوب میں water recharge dam کا جو بھی آتا ہے میں کہتا ہوں یہ مت بناؤ ضرورت نہیں ہے۔ سوائے وہ گاؤں جس کو کاریز وغیرہ یا دوسرے نیچے ہوتا ہے تاکہ وہ charge جس کی واقعی صحیح feasibility بنتی ہے اور اُن areas میں جدھر water deplete ہو گیا ہے ادھر تو storage dams کی بہت ضرورت ہے۔ اور especially کوئٹہ۔ کوئٹہ کے متعلق ایک رپورٹ ہے کہ Quetta will be a desert. اور جو ہم کو بھی نظر آ رہا ہے lime-stone میں بھی انہوں نے آخری ایک حربہ نکالا کہ lime-stone سے بھی پانی نکالا جائے۔ اُس کی life چھ سے دس سال ہے۔ میرا خیال ہے کہ چھ سال تو ہو گئے ہیں یہ ٹیوب ویلز لگے ہیں۔ یہ مُردار کے دامن میں یہ تین چار سال آپ کے لے لیں گے۔ تو کوئٹہ کی greater water supply scheme جو ہے وہ کچھ آفیسروں کے نذر ہو گئی اُس میں سب سے اہم components جو تھے وہ ایک مانگی ڈیم انہوں نے propose کیا تھا۔ ایک حلق ڈیم۔ تو اُس سے یہ پانی کچھ آئیگا۔ لیکن اُس سے بھی پورا نہیں ہوگا کوئی چالیس پرسنٹ یا اتنا پورا ہوگا اُسکے سوا آپ کو کوئٹہ کے recharge کیلئے کرنا ہے otherwise یہ پانی جو ہے آپکا،

اب یہ باغات تو پہلے ہی سے ختم ہو گئے ہیں ابھی آپ ادھر میاں غنڈی چلے جائیں ہزار فٹ پر پانی چلا گیا ہے۔ میں خود اُس کا گواہ ہوں۔ ہمارے دوستوں کا نواب مگسی کا ادھر فارم ہے جمیل بگٹی کا ادھر فارم ہے ہمایون مری کا ادھر فارم ہے ہزار فٹ میں اُنکے ٹیوب ویلز چلے گئے ہیں۔ ابھی آپ ہزار فٹ سے mining کا cost کیا آئیگا اور وہ کتنے دن چلے گا۔ تو لہذا اسکی فوری طور پر ایک arrangement ضروری ہے۔ بلکہ پورے صوبے میں آپ dams بنائیں۔ میرانی ڈیم اور سبکزی ڈیم کے طرز پر بنائیں۔ کیونکہ یہ صوبائی حکومت کا کام نہیں ہے، صوبائی حکومت کا کام چھوٹے چھوٹے dams بنانا ہوتا ہے۔ اسی طرح federal government سے جو recommendations جائیں اُس میں ہمارے پانچ dam ہیں جن میں سے دو تین کے ٹینڈرز بھی ہو گئے ہیں۔ مولہ کا ٹینڈر ہو گیا ہے صالح بھوتانی صاحب کا area وندر کا ٹینڈر ہو گیا ہے لیکن پھر وہ کچھ چیزوں کا شکار ہو کر کے lapse fundings اُسکے لئے بھی funds arrange کیئے جائیں۔ تاکہ آپکے بلوچستان میں روزگار کا مسئلہ، یہ بھی ایگریکلچر سے حل ہو جائیگا۔ لائیو اسٹاک میں گورنمنٹ کی کم in-put ہے۔ اُس میں گورنمنٹ زیادہ in-put نہیں دے سکتی ہے۔ وہ جو مالدار ہے وہ خود زیادہ arrange کرتا ہے۔ لیکن اُس میں بھی گورنمنٹ نے، جیسے کہ میں نے کہا کہ گورنمنٹ کی اسمیں input جتنی ضروری ہے وہ دے دے۔ لیکن یہ dams، water channels ان چیزوں کے اوپر irrigation sector کے اوپر سب سے زیادہ زور دیا جائے۔ آپ دیکھ لیں پورے area میں کوئی کام نہیں ہے اس وجہ سے ہر آدمی سرکاری ملازمت کیلئے آ رہا ہے۔ سرکاری ملازمت تو بہت اچھا لیکن کتنوں کو دیں گے۔ یہ ratio تو بھی بالکل رہے گا میرا کارکن بن جائیگا سرکاری ملازم یا دوسرے کا کارکن بن جائیگا لیکن over all حالات سے تو اسکے اوپر فرق نہیں پڑیگا۔ روزگار کے مواقع بڑھانے چاہئیں۔ trade بھی ایک ذریعہ ہے روزگار دینے کا۔ چوری چکاری کا سب سے بڑا element بھی اسی بیروزگاری میں ہے۔ بُرج عزیز خان کوئٹہ کیلئے ایک بڑا source ہے چاغی والوں کا ادھر نوشکی والوں کا جو ہے وہ اُنکے water heads ہیں انکو protect کیئے جائیں۔ اُس میں تھوڑا problem ہے اُس کا پانی تھوڑا سا saline ہے۔ میری ڈاکٹر صاحب سے گزارش ہے کہ important roads پر توجہ دی جائے۔ بلڈوزرز کی کمیٹی میں ہم نے discuss کیا تھا کہ transparent طریقے سے اس کا کام ہو اور جو اچھے بلڈوزرز ہیں وہ آ جائیں۔ جو کام بھی کر سکیں۔ تو ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ کی مشینری وغیرہ کا ڈائریکٹوریٹ ہے اُس کا یہ ہے کہ جتنا land plan ہوتا ہے اتنا ہی لوگوں کا روزگار بڑھتا ہے۔ آپ کسی کو دس گھنٹے دے دیتے ہیں وہ پانچ ایکڑ اُس سے plan

کر لیتا ہے اس سے اُسکے گھر کا تھوڑا بہت راشن آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح ہر حلقے میں یا ہر ضلع میں تقریباً دس دس آٹھ آٹھ ڈوزرز جس سے فائدہ ہوگا بلکہ future میں اگر گنجائش تھی شاید اسکو ہماری recommendations ہو کہ مزید بڑھایا جائے۔ کم از کم ہر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کو ایک نیا موٹر گریڈر دیا جائے کیونکہ اکثریت روڈز ہماری کچی ہیں جب تک اُنکو upgrade نہیں کرتے وہ پرانے ڈوزرز جنرل رحیم الدین صاحب کے دور میں آئے تھے بہت آئے تھے۔ زیادہ نہیں دے دیں لیکن ہر ایم پی اے کے حلقے کو ایک دے دیں پچاس گریڈر آپ اسمیں رکھ لیں کوئی مشکل نہیں ہے یہی اچھے گریڈرز جو مارکیٹ میں موجود ہیں ہماری روڈوں کیلئے جس کی ضرورت بھی ہے۔ over all میں اس گورنمنٹ کو جس میں پارلیمانی لیڈرز کی کمیٹی بیٹھی تھی اُسکو خاص کر ڈاکٹر مالک صاحب کو اس بجٹ پر مبارکباد دیتا ہوں کہ ایک بہت اچھا بجٹ بنایا ہے improvement کی طرف ایک بہت اچھی کوشش کی گئی ہے لیکن اس میں کچھ کمزوریاں آگئی ہیں اُنکو کو بھی اس process کو ہم نے نہیں چھوڑنا ہوگا۔ حالانکہ پیسے ہیں پیسے میں دلا دوں گا کوئی اسمیں اتنا فرق نہیں ہے۔ آپ یہ اچھی چیزیں میرٹ پر کریں۔ جو original اس صوبے کے problems ہیں اُنکو redress کرنے کی اسمیں investment ہے وہ میرے خیال میں اگر بڑھ جائیں بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ utilization کے پیسے بھی میں نے کہا کہ، it was thanks to B&R, Q-WASA فلانا فلانا فلانا جو fudging کر کے آدھے سے زیادہ فنڈز وہ utilize کر لیتے تھے اب وہ ختم ہو گئے ہیں۔ اب original departments کو اسکا پی سی و نزن بنانے میں اس پر کام شروع کرنے میں اس پر بھی آپکو savings ہوں گی۔ یہ بھی پوری utilize نہیں ہوگی۔ بڑی heavy amount دی گئی ہے چار ارب اُس سے surplus ہیں۔ 155 ارب روپے آپکے نان ڈولپمنٹ میں چلے جاتے ہیں۔ اُسکو کبھی ہم نے توجہ نہیں دی ہے کہ اسکو ہم کس طرح curtail رکھیں۔ ایک ہڑتال کر لیتے ہیں کہ اِنکو فلانا الاؤنس دے دو بابا! جان چھڑاؤ دے دو اُنکو۔ ایک روڈ بند کر دیتے ہیں ہم کو فلانا دے دو۔ جان چھڑاؤ دے دو۔ ایف سی کے اوپر اور فوج کے اوپر آپکا جتنا خرچہ آتا ہے اگر اپنی فورسز کو ہم improve کر لیں۔ تو وہ بھی ایک بہت بڑی amount ہے جو اس سے بچ سکتی ہے۔ یہ ghoast schools جو schools نہیں بنتے ہیں ٹھیکیدار بل لے لیتے ہیں اگر اسکے اوپر آپ control کر لیں وہ چیزیں بھی بچ جاتی ہیں۔ اور اسمیں ایک بہت بڑا factor جو ہے جو ڈولپمنٹ جو آپکے پی ایچ ای کو schemes کیلئے non-development سے جو پیسے جاتے ہیں اُسکو repair and maintenance کیلئے۔

وہ بھی آدھے سے زیادہ جیسوں میں چلے جاتے ہیں۔ وہ بھی اربوں میں ہیں کروڑوں میں نہیں۔ سی اینڈ ڈبلیو کے ہیں وہ بھی آدھے سے زیادہ، sir فنانس تو release کر دیتا ہے کیونکہ وہ تو implementation department نہیں ہے۔ جو concerned department ہے وہ department کو دے دیتے ہیں سی اینڈ ڈبلیو کی تو میں سمجھتا ہوں کہ ابھی 10% بھی ground پر نہیں لگتے ہیں۔ اُسکے لئے بھی کوئی mechanism بنانا پڑیگا کہ کم از کم ہماری روڈوں کا واٹر سپلائیز کا یہ اریگیشن اسکیمز کا یہ جو proper جو اتنا پیسہ ہم دے رہے ہیں۔ یا تو پیسہ مت دے دو کم از کم پیسہ تو صوبے کی بچت ہو جائیگی۔ اُسکا پورا ایک mechanism بنا ہوا ہے ایک ہاتھ سے جاتا ہے وہ اُس میں سارے channels، جیسا کہ field جس آفیسر کے پاس جاتا ہے تو سب سے زیادہ return کی commitment کرتا ہے پیسے اُدھر چلے جاتے ہیں اور یہ پھر واپس پہنچ، پہنچ کر کے اُوپر تک جاتا ہے۔ تو اُس چیز کو ہم لوگوں نے control کرنا ہے وہ بھی اربوں میں ہیں۔ اُس پر کسی نے توجہ نہیں دی ہے۔ وہ non-development میں ہم لوگ اس طرح بڑے معمولی فیصلے کر کے سمجھتے ہیں کہ اسکا کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ آج آپکا non-development budget ایک سو 55 ارب یا اُس سے بھی زیادہ ہو جائے۔ یہ جو زیادہ ہوتا ہے نان ڈویلپمنٹ یہ کم نہیں ہوتا ہے 160 ارب تک جانے کی گنجائش ہے 155 سے کم ہونے کی گنجائش آسمیں کم ہے۔ تو یہ میرے کچھ points تھے جو میں نے بجٹ کیلئے پیش کیئے ہیں۔ یہ non-development کیلئے بے شک ایک کمیٹی بنا دیں۔ اُس میں دیکھ لیں۔ ہر ہڑتالی آتا ہے اُسکو تو ہم appreciate نہیں کرتے ہیں۔ ہر منسٹر آتا ہے جو اس concerned department کا ہوتا ہے یا with his Secretary یا with his department اُسکو یہ پیسے دینے پڑتے ہیں repair and maintenance کی مد میں۔ پہلے بتائیں کہ کدھر بابا! کس جگہ پر لگا رہے ہو کدھر لگائے ہو بابا بتادیں؟ یہ لورالائی روڈ بابت لالہ کی روڈ ہے یہ ابھی، کچھ سال پہلے بنی تھی بڑی اچھی روڈ ہے farm to market road میں لیکن ایک پیسہ repair کی مد میں نہیں ہونے کی وجہ سے۔ اُس دن میں لورالائی گیا فاتحہ کیلئے وہاں روڈ چلنے کے قابل نہیں تھی۔ آپکی صوبائی روڈز۔ ایک یہ نہیں ہے آپکے اپنے ڈسٹرکٹس کے اُس میں repair and maintenance کتنا ہوتا ہے۔ بلکہ سارے ایوان کے اپنے نمائندوں کو پتا ہوگا کہ اُنکے ڈسٹرکٹس میں repair and maintenance and water supplies کیا کیا ہوا ہے۔ اریگیشن اسکیمز کا کیا ہوا ہے یا روڈز

اور بلڈنگز کا کیا ہوا ہے۔ Thank you very much.

جناب اسپیکر: ہمارے سابقہ سینئر وزیر مولانا امیر زمان یہاں House میں موجود ہیں، ہمارے ایم این اے ہیں حاضر ہوئے ہیں اپنے House میں، اپنے گھر میں، یہ Parliament سب کی ہے۔ میرا ظہار خان کھوسہ صاحب! کیونکہ آج نواب ثناء اللہ صاحب نے اجازت دی ہے اور کہا ہے کہ میں تقریر نہیں کرونگا۔ میرا نام آپ جعفر خان صاحب اور گیلو صاحب کے کھاتے میں ڈال دیں۔ پھر بی بی حُسن بانو کی آمد نہیں ہوئی لہذا میرا ظہار حسین کھوسہ صاحب! آپ ابھی Floor لے لیں۔

میرا ظہار حسین کھوسہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ آج جو بجٹ اجلاس ہے، بہت اچھا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ قابل ستائش ہے پارلیمانی لیڈر نواب ثناء اللہ زہری، قائد ایوان ڈاکٹر عبدالمالک صاحب اور دیگر کومبارکباد پیش کرتے ہیں اور بہت اچھا بجٹ پیش کیا گیا ہے اسمیں جعفر خان مندوخیل صاحب اور عبدالرحیم زیارتوال صاحب تھے سب نے مل کے یہ بجٹ پیش کیا ہے۔ اس میں بیورو کریٹس کا بھی ہاتھ رہا ہے۔ ہمارا area جو کہ ایک نہری علاقہ ہے۔ یہ ایک واحد ڈسٹرکٹ ہے جہاں نہری نظام موجود ہے۔ 1965ء میں ایوب خان کے دور میں پٹ فیڈر کینال اور اُس سے پہلے جناب اسپیکر! آپ کے area میں کیے تھے کینال 1800ء میں اور اسکے علاوہ اوچ شاخ 1901ء میں یہ نہریں بنائی گئیں۔ یہ اُس دور کی نہریں ہیں جن پر آج تک کوئی کام نہیں کیا گیا ہے۔ 1990ء میں کام ہوا تھا جو کہ Chinese Company نے کام کیا لیکن اُسکے بعد ان پر کام نہیں کیا گیا ہے اب پٹ فیڈر کی جو گنجائش ہے جو ہونی چاہیے۔ بہت بڑے نقصانات ہوتے ہیں ہمارے ایگریکلچر areas کو۔ تو اس پر خاص توجہ دی جائے اور انکے لیے فنڈز رکھے جائیں اور ان پر کام کیے جائیں۔ خاص کر اچھے سیکرٹریز بھیجے جائیں۔ ہمارے پاس بہت اچھے آفیسرز ہیں۔ اور تین دنوں سے معزز ایوان میں اراکین نے تقریریں کی ہیں انکی نیک نیٹوں پر کوئی شک نہیں ہے بہت اچھی باتیں کی گئی ہیں۔ ہمارے نوجوان اراکین نے بھی بہت اچھی باتیں کی ہیں۔ تو یہ بہت اچھی بات ہے انشاء اللہ تعالیٰ ہم ایک aim لیکر چلیں ایک سچائی لیکر چلیں ایک نیک نیتی لیکر چلیں تو اللہ تعالیٰ بھی ہمارا ساتھ دے گا۔ دوسرا زراعت، جناب اسپیکر! زراعت ہماری ریڑھ کی ہڈی ہے ہمیں زراعت پر توجہ دینی چاہیے۔ بہت ہی کم ہمارے علاقوں پر توجہ دی گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے دست بستہ گزارش ہے کہ ہمارا area جو ہے وہ 9 لاکھ ایکڑ بیج اور 10 لاکھ ایکڑ، تقریباً 19 لاکھ ایکڑ زری علاقہ ہے۔ وہاں میڈیکل کالج نہیں ہے تو اس پر ذرا نظر ثانی کی جائے اور وہاں ایک میڈیکل کالج دیا جائے۔ دیگر علاقوں سے ہوتے ہوئے جو main گزرگاہ ہے ہماری وہ جیکب آباد سے کشمور اور سندھ سے ہو کے ٹھل چلی جاتی ہے۔ میرا اپنا حلقہ ہے جسمیں 100 کلومیٹر ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! آپ کو پتا ہے 100 کلومیٹر،

صحبت پور سے آگے کوئی 80 کلومیٹر ہے ڈیرہ موڑ، اگر وہ راستہ بنا دیا جائے تو یہاں کے عوام کے لئے بہت آسانی ہوگی وہاں جاتے ہوئے یہ بسیں ٹریکس یہ جو ٹرانسپورٹیشن ہے اور لوگوں کا روزگار وہاں بڑھے گا۔ فیڈرل گورنمنٹ کو recommend کی جائے کہ وہ ہمیں 100 کلومیٹر کا راستہ بنا کر کے اگر دے دے تو اس راستے پر ڈیڑھ گھنٹے میں سفر ہوگا جسے ہم ساڑھے چار گھنٹے میں طے کرتے ہیں۔ تو اسکے علاوہ ہمارے area میں اونچ پادور پلانٹ، میرے حلقے میں میرے ڈسٹرکٹ میں even آپ ڈیرہ مراد جمالی چلے جائیں، آپ ڈیرہ اللہ یار چلے جائیں آپ اوستہ محمد چلے جائیں تو اُسکی لائٹس نظر آتی ہیں جو میرے گھر سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ جبکہ ہمارے پاس بجلی نہیں ہوتی ہے چودہ چودہ، اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے بجلی نہیں ہوتی ہے وہاں کے غریب عوام بڑی تکلیف میں ہیں۔ وہاں درجہ حرارت 51 سینٹی گریڈ ہے۔ ہم بہت اچھے ماحول میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہاں جب بندہ جاتا ہے اس ٹائم پر تو بہت تکلیف ہوتی ہے ہمارے علاقے میں بہت تکلیف ہے اس گرمی میں۔ اتنی لوڈ شیڈنگ ہوتی ہے میں کہتا ہوں کہ یہ ایوان آج نصیر آباد اور جعفر آباد کو لوڈ شیڈنگ سے مستثنیٰ قرار دینے کے حوالے سے جو کہ ایک بہت بڑا ثواب ہوگا آپ یہاں اسکو قرار داد کی صورت میں منظور کریں کہ وہاں لوڈ شیڈنگ نہیں ہونی چاہیے اسکے علاوہ ہمارا area بہت پسماندہ ہے خاص کر flood کے دنوں میں ایک ہمارے بہت بڑے area کے لوگ نقل مکانی کر کے سندھ چلے گئے ہیں۔ اور وہ وہاں بہت تکلیف میں ہیں۔ وہ مائیں، وہ بہنیں جو اچھے اچھے گھروں کی تھیں کچھ ٹائم پہلے اُنکی ایسی پوزیشن تھی لیکن اب اُنکے حالات بیان نہیں کئے جاسکتے ہیں۔ وہ غریب عوام۔ جناب اسپیکر! آپکے ہاں بھی وہی سیلاب آیا۔ وہی سیلاب ہمارے صحبت پور سے گزر کے اوپر ڈیرہ بگٹی سے کوہلو سے ہوتے ہوئے آپکے علاقے میں آیا۔ آپکا area گنداخہ بالکل ڈوب گیا۔ گنداخہ سندھ کو touch کر رہا ہے۔ گنداخہ روڈ بنا دیں تو بہت اچھا ہوگا۔ پورے بلوچستان کا راستہ وہی ہے سب کو فائدہ ہوگا۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ کو یہ لکھا جائے۔ خاص کر اونچ پادور واپڈا کے بارے میں بھی بات کی جائے۔ اس بجٹ میں ایجوکیشن کے لئے 23% رکھا گیا ہے یہ بہت اچھی بات ہے۔ بچے اگر تعلیم حاصل کریں گے تو روزگار انہیں حاصل ہوگا اور اگر بچے اچھے بنیں گے۔ جیسے جعفر خان صاحب نے کہا تو انغواء ڈیکیتی، اصل یہیں سے start ہوتی ہے کہ ہمارے بچے سکول نہیں جاتے ہیں۔ تو وہ غلط راہوں میں آجاتے ہیں، جس سے معاشرے میں ایک بد امنی ہو جاتی ہے۔ اس طرف مزید توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ڈیرہ اللہ یار سے جبکہ آباد وہاں پُل بننے چاہئیں۔ 1870ء میں ایک سیلاب آیا تھا میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا۔ تو یہاں پُل بنائے جائیں تاکہ سیلاب سے بچاؤ ہوتا کہ پریشانیوں کم

ہوں۔ لوگ وہاں صحیح طریقے سے آباد ہو سکیں۔ آج بھی وہاں لوگ پریشان حال ہیں۔ تھوڑے سے بادل آجاتے ہیں تو لوگ گھبرا کر گھروں سے باہر آجاتے ہیں۔ بچے باہر آجاتے ہیں مائیں بہنیں باہر آجاتی ہیں کہ یہ سیلاب کیسا ہوگا؟ آٹھ فٹ دس فٹ سیلاب، صحبت پور تباہ حال ہو گیا جس میں اوستہ محمد تباہ حال ہو گیا۔ اُس پر توجہ دی جائے اُسکے لئے کچھ کیا جائے تو یہ علاقہ آباد ہو سکے گا۔ معزز ایوان میں بیٹھے ہوئے سب کا شکریہ، گیلری میں بیٹھے ہوئے میرے مہمان ہیں ان سب کا بہت شکریہ۔ بہت اچھا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! آپکا، جتنے دل گردے سے آپ بیٹھے ہوئے ہیں اتنی ہماری تقریریں سن رہے ہیں۔ سب دوستوں نے اچھی تقریریں کی ہیں۔ ایک مرتبہ پھر میں کہوں گا کہ اوج پاور پلانٹ کی بجلی، زرعی کالج، میڈیکل کالج اور اسکے علاوہ مرکزی حکومت سے یہ روڈ ز اور اسکے علاوہ ایک اور روڈ ہے جو سی اینڈ ڈبلیو کی ہے جو پندرہ سال سے ڈیرہ اللہ یار سے صحبت پور تک حیدرین تک، وہ نامکمل ہے اُسکو مکمل کیا جائے اور ڈیرہ اللہ یار سے اوستہ محمد، وہ نامکمل ہے اُسے مکمل کیا جائے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب اسپیکر: اس سے پہلے کہ میں Floor قائد ایوان، فنانس منسٹر کو دوں کہ وہ اپنی بجٹ کی تقاریر سمیٹیں۔ 40 سے زیادہ جناب قائد ایوان صاحب! مقررین تھے آپکی اسمبلی کے جنہوں نے حصہ لیا آپکے بجٹ میں۔ اسلئے کہتے ہیں کہ بہت دفعہ اخباروں میں آجاتے ہیں کہ جی اراکین بولتے نہیں ہیں بات نہیں کرتے ہیں۔ اس وقت حالانکہ آپکا House مکمل نہیں ہے بہت سے ممبروں نے oath بھی نہیں لیا ہے کچھ سیٹیں خالی چلی جارہی ہیں اسلئے میں بتا رہا ہوں کہ پتا ہونا چاہیئے کہ چالیس سے زیادہ اراکین نے دلچسپی کے ساتھ تقاریر کی ہیں۔ اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ دوسرا میں قائد ایوان صاحب سے یہ بھی بات کروں گا کہ جو انکی سوچ ہے تعلیم اور صحت کیلئے۔ آپ Political Leader ہیں یہ آپکی ذمہ داری ہے آپ نے گورنمنٹ چلانی ہے۔ essential services کا ایک ماحول ہوتا تھا ایجوکیشن، صحت اور اس طرح کے ادارے full-time کام کرتے تھے۔ emergencies میں بھی۔ وہ ذہن میں آپ ڈال لیں اگر آپ نے اپنے تعلیمی سسٹم کو deliverance دینی ہے۔ آپ نے اپنی صحت کے شعبے کو دینی ہے وہ آپ خود سوچ لیں کہ Associations کارآمد ہوں گی یا Unions کارآمد ہوں گی۔ یہ آپکے محکمے چلیں گے یا نہیں چلیں گے۔ کیونکہ آپ سیاسی background سے آئے ہیں وہ pressure بھی آپ پر ضرور ہوگا۔ I handover the Floor to the Leader of the House.

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قائد ایوان): شکریہ جناب اسپیکر! میں آپکا اور تمام اراکین اور اپوزیشن کے

دوستوں کا ممنون ہوں کہ انہوں نے بجٹ پر سیر حاصل بحث کی اور جو بھی تجاویز آئی ہیں انکو ہم نے note کیا ہے میں اپوزیشن لیڈر کا مشکور ہوں، اب وہ یہاں نہیں ہیں، انکا مشکور ہوں کہ انہوں نے debate کو open کی اور یقیناً اُنکی جو مثبت تنقیدیں ہونگی انکو ہم اپنے لیے بہتر سمجھیں گے۔ یہاں کچھ چیزیں common debates ہوئی تھیں میں اُن پر جاؤں گا۔ اپوزیشن لیڈر صاحب نے، عاصم کردگیلو صاحب نے اور کچھ دوسرے دوستوں نے کہا کہ این ایف سی کے حوالے سے جو بات کی میں اسپیکر صاحب اس ایوان کے سامنے ایک بات بڑا واضح رکھتا ہوں کہ این ایف سی ہو یا اٹھارویں ترمیم ہو یہ ایک فرد کی، ایک پارٹی کی وجہ سے نہیں ہوئی ہے یہ گزشتہ چھ ساڑھے چھ دہائیوں کی ہماری جو جدوجہد رہی ہے ہمارے قائدین کا اس پر کریڈٹ جاتا ہے اُن شہداء کو جنہوں نے اس ملک میں قومی برابری کیلئے، جمہوری اصولوں کیلئے، اپنے سروں کا نذرانہ پیش کیا ہے یہ کریڈٹ جاتا ہے اُن سیاسی کارکنوں کو جنہوں نے مارشل لاؤں کے جبر اور آمریت کے تلے اپنی جدوجہد سے اور قربانیاں دی ہیں اور اپنے اُن اصولوں کو سب سے بالاتر سمجھا۔ تو دوستو! میں سمجھتا کہ این ایف سی ہو، یہ نہیں ہے کہ اٹھارویں ترمیم کا سیکرٹری میں تھا۔ یار حیم مندوخیل صاحب تھے۔ یہ ہمارا کمال نہیں تھا۔ ہم ایک جانب extreme, decentralist بیٹھے ہوئے تھے میں تھا رحیم صاحب تھے رضا ربانی تھا افراسیاب خٹک تھا، دوسری جانب extreme centralists بیٹھے ہوئے تھے۔ وسیم سجاد، ایس ایم ظفر صاحب، جماعت اسلامی کے دوست، لیکن ایک realization تھا جو تمام پارٹیوں میں تھا مسلم لیگ، پیپلز پارٹی، ایم کیو ایم، جے یو آئی، جماعت اسلامی، ہم تو ویسے شروع سے decentralists تھے۔ لیکن ایک mind-set تھا پہلے وہ change ہو گیا اُسکی وجہ سے میں سمجھتا ہوں اٹھارویں ترمیم معرض وجود میں آئی۔ یہ کریڈٹ میرا نہیں ہے کہ چونکہ میں اُس کا سیکرٹری تھا۔ یہ کریڈٹ اُن تمام لوگوں کی جدوجہد سے ہے۔ take it from جناب یوسف عزیز مگسی، خان عبدالصمد خان اچکزئی میر غوث بخش بزنجو، سردار عطا اللہ مینگل اور آغا عبدالکریم۔ یہ ایک سوچ تھی۔ کہ ہم اپنی سر زمین میں رہتے ہوئے اپنے وسائل کا دفاع کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر کچھلی گورنمنٹ نے جو موقف اختیار کیا تھا اُسکو بھی ہم appreciate کرتے ہیں۔ چاہے این ایف سی کے حوالے سے۔ اس سے پہلے بھی میں این ایف سی کا ممبر رہا ہوں۔ جعفر خان صاحب بھی رہے ہیں۔ ہم دونوں نے مل کے این ایف سی کا۔ اسکے بعد بھی دوست رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تمام جدوجہد کرنے والے کا ultimate, logical result تھا جو اسلام آباد کا سوچ بدل گیا۔ وہ پولیٹیکل پارٹی جو کسی زمانے میں ایک معمولی بات پردس دس سال ہمارے قائدین کو جیلوں میں ڈالتے تھے یہ

ایک shift ہوا۔ And this credit goes to all the people who fought for your rights. دوسری جو ایک چیز پر مبنی، چونکہ وہ میرے بارے میں تھی مجھے کہنا پڑیگا۔ تو میں ایک committed انسان ہوں۔ میری تربیت اسی طرح ہوئی ہے مجھے اپوزیشن لیڈر نے یہ blame دیا کہ اب تک آپ نے یہ کہنے کے باوجود کہ آپ نے Secret Funds scratch کیا ہے آپ نے 3 کروڑ روپے لیے ہیں۔ مسٹر اسپیکر صاحب! میں تجویز دوں گا آپ کو کہ قائد حزب اختلاف اور زمرک صاحب جو اپوزیشن کے ہیں وہ ایک کمیٹی بنالیں، اور میں چیف سیکرٹری صاحب کو instructions دیتا ہوں کہ وہ تمام ضروری معلومات اُنکو دے دیں کہ اگر میں نے ان دس دنوں میں ایک روپیہ بھی Secret Fund سے نکالا ہے۔ اگر نہیں کیونکہ یہ ایک بہت بڑا الزام تھا میرے سر پر، تو اُسکا فیصلہ، وہ رپورٹ لے آئیں، وہ فیصلہ پھر یہ اراکین ہی کریں گے کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔ مسٹر اسپیکر صاحب! میں کوشش کروں گا کہ سب چیزوں کو سمیٹ لوں۔ یہاں ہم جو We are facing black holes یعنی corruptions۔ خدا کرے کہ ہم اپنے آپ کو اس black hole سے بچائیں۔ اب ضرورت یہ ہے کہ، یہاں دو باتیں ہو رہی ہیں ایک یہ بات بھی ہو رہی ہے کہ accountability بھی ہونی چاہیے۔ corruption کو روکنا بھی چاہیے۔ میری اس تمام ایوان سے اور اُن دوستوں سے گزارش ہے کہ وہ recommend بھی کرتے ہیں تو یہ across the board ہوگا۔ اور کوئی political victimization نہیں ہوگی۔ اس ایوان اس پنڈال میں بیٹھے ہوئے کوئی شخص قانون کی زد میں آ گیا تو ہمیں چیخنے چلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر ہم یہ نہ کہیں کہ اس گورنمنٹ نے۔ یہ آپ کے بجٹ کی recommendations ہیں جو میں نے لکھی ہیں And if you go for accountability, it will be across the boards and every body invoked in this corruption then he should face the musics. بلوچستان کو لوٹا ہے۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) دوسری بات جو موٹی بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارا ایجوکیشن سسٹم، سب نے کہا دوستوں نے ایجوکیشن ہیلتھ اور دوسرے جو ہمارا انفراسٹرکچر ہے وہ تباہ ہو گیا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس وقت بلوچستان ایک ایسے عذاب میں ہے جس کیلئے ہر کولس چاہیے۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان چیلنجوں کا سامنا کریں۔ کیا ہماری commitment یہی ہے کہ کل اگر کوئی absentees جس کو ہم نے چارج شیٹ کی اُسکوسروس سے نکالا۔ میں گواہ بنا دیتا ہوں اس ایوان کو کہ اسمیں سفارش کوئی نہیں کریگا۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) جس نے اُسکی سفارش کی تو میں اس فلور پر اُسکا نام بتا دوں گا پھر۔

کیونکہ ہم commitment کرتے ہیں ہمیں اُس پر جانا چاہیے۔ ہم اگر corruption کی بات کرتے ہیں تو یہ ایوان خدا کیلئے کوشش کرے کہ institutions oriented proposals ہم لیں۔ ہم وہ ڈی ایس پی، وہ ڈی پی او، وہ کمشنر، وہ ڈپٹی کمشنر نہیں لیں جب تک properly اُنکے departments ہمیں recommend نہ کریں۔ یہ بہت بڑی باتیں ہیں بڑے challenges ہیں۔ یہ ہماری روایتیں نہیں رہی ہیں۔ ہماری روایت تو یہی رہی کہ پٹواری سے کمشنر تک وہ ایم پی اے صاحب کے ہیں۔ میں honestly آپکو اس Floor پر کہتا ہوں کہ مجھے اپنے ڈسٹرکٹ کیلئے جو بھی کمشنر، ڈی سی، ڈی پی او، جسے آئی جی صاحب اور چیف سیکرٹری نے recommend کی ہے میں نے وہی لیتے ہیں۔ کیا ہم یہ کر سکتے ہیں؟ اگر ہم کر سکتے ہیں تو بلوچستان ٹھیک ہوگا۔ یہاں ہمارے نزدیک سیکرٹری صاحبان بھی بیٹھے ہوئے ہیں یہ گاڑی کے دوسرے پہرے ہیں۔ کیا وہ اپنے آپ میں تبدیلی لاسکتے ہیں جیسے کہ جعفر خان صاحب نے کہا کہ کیا وہ اپنی capacity بڑھا سکتے ہیں یا وہ اپنی corruption کی capacity بڑھائیں گے؟ کیا وہ وقت پر آئیں گے؟ کیا اُنکی جو prescribed, job prescriptions ہیں، سیکرٹریز کے ڈائریکٹرز کے اُنکے مطابق چلیں گے۔ اگر اُنکے مطابق چلے تو شاید ہم بلوچستان کی مشکلات کو کم کرینگے اگر انہوں نے political pressures ڈال کر اپنی postings کروائیں۔ یہ coalition government کو destabilized کرنے کی کوشش کی تو میرا ایمان ہے کہ ہمیں according to the law اُسکو proceed کرنا پڑیگا۔ مسٹر اسپیکر صاحب! جہاں تک ہمارے بہت سے دوستوں نے block allocation کی بات کی۔ ہمیں صرف چار پانچ دن ملے تھے جو ہمارے کچھ دوستوں نے محنت کی۔ جعفر خان تھے زیارتوال تھے ہماری طرف سے دوسرے دوست تھے نواب شاہوانی صاحب تھے۔ نواب ثناء اللہ زہری صاحب تھے۔ میں آپ سے عرض کروں کہ، میں اپوزیشن کو یہ یقین دہانی کراتا ہوں کہ ہم آپکو ایک ایک روپے کا حساب دینے کیلئے تیار ہیں۔ جو بھی آپ briefing مانگیں گے۔ یقیناً آپ، پچھلی گورنمنٹ نے، جو ہم نے cut کی ہے اُنکو تھوڑا بہت رکھا۔ اس وقت بھی 76 to 80 billion کے throw-forward ہیں۔ ہمارا بجٹ جو ہے ناں 40 billions یا 43 billions ہیں ہم اگر 80 ارب کے throw-forward اسمیں ڈالیں گے تو یہ جو ایم پی اے صاحبان آئے ہیں یہ تو تین سال تک اسی طرح بیٹھے رہیں گے۔ اُنکو ہم کوئی اسکول دے سکتے ہیں نہ کوئی روڈ۔ اب کیا کریں۔ ہاں یہ ہم نے ضرور کیا ہے کہ اگر 300 اسکولز ڈالے ہیں تو ان 300 اسکولز کا حساب ہم دے دیں گے آپکو۔ ایک ارب روپے

electrification پر ڈالا ہے اُس کا حساب بھی ہم دے دیں گے اور میرے بہت سے دوستوں نے کہا تو اس کا حساب ہم واپڈ کو بھی دے دیں گے۔ جو کھمبا بیس ہزار میں ہے وہ ہمیں ایک لاکھ میں دیتی ہے تو ہم اُن سے بھی اُس کا حساب لے لینگے یہ بھی بلوچستان کے عوام کا پیسہ ہے۔ میں اپوزیشن لیڈر کو یہ بالکل یقین دلاتا ہوں کہ ہمارا ہدف جو millennium goals ہے۔ اُس پر focus ہوگا۔ ہم اپنے کتنے بچوں کے literacy rate کو بڑھائیں گے ہم maternity rate کو کس طرح کم کریں گے یہ ہم Humen Development Index کو کس طرح بڑھائیں گے، یہ ہمارے targets ہوں گے۔ میں اس ایوان میں بیٹھی ہوئی پختونخوا ملی عوامی پارٹی کو یہ کریڈٹ دیتا ہوں کہ جب بھی ایڈمیشن کے دن ہوتے ہیں وہ ایک campaign چلاتی ہے ہم سب اپنے حلقوں میں campaign چلائیں کہ اپنے بچوں کو اسکولوں میں داخل کریں drop-out rate کو دیکھیں ٹیچرز کو دیکھیں۔ یہی ہمارا سرمایہ ہے۔ ہم جس دنیا میں رہتے ہیں وہ اتنی informations orientations ہے جتنا ہم اپنے بچے کو fit کریں گے۔ ڈارون تو اُس وقت کہا تھا کہ fittest with survive تو ڈائمنوسار اسلئے بنا کہ وہ fit نہیں تھا۔ اور چیونٹی اس وقت اسلئے survive کر رہی ہے کہ وہ fit تھی۔ otherwise جب تک ہم اپنے بچوں کو fit نہیں کریں گے شاید ہم future کے جو challenges ہیں اُنکو meet نہیں کر سکتے ہیں۔ محترمہ راحیلہ حمید درانی صاحبہ نے جو باتیں کی ہیں یقیناً وہ pro-development ایک mind رکھتی ہیں چاہے ایجوکیشن ہے چاہے صحت ہے اُسکے تمام points ہم نے رکھے ہیں۔ لیکن میری یہ گزارش ضرور اراکین سے ہے کہ اسکی، اس ایوان کی جیسے کہ زیارتوال بار بار کہتے ہیں اسکو ہم اتنا اُوپر لائیں۔ اب جو دوست چاہے جس پارٹی سے ہوں اگر وہ اس چیز کو سنجیدگی سے نہیں لیتے ہیں۔ time پر نہیں آتے ہیں۔ ابھی ہم تقریریں کر رہے ہیں۔ تقریریں تو کی گئیں اب محترمہ یہاں نہیں ہیں۔

**Mr . Speaker:** She is around her, but not here.

**قائد ایوان:** of course دیکھیں نا میں سمجھتا ہوں کہ میری ذمہ داری ہے۔ جب تک میں آپ کے minutes بھی لکھ رہا ہوں جناب اسپیکر صاحب! کہ فلانے speaker نے کتنے minutes تقریر کی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم بیٹھیں بات کریں۔ any-how۔ میں رحمت بلوچ کی طرف آتا ہوں۔ میں اس کو کریڈٹ دیتا ہوں کہ اُس نے ایک ہفتے میں وہ hospital جو بند پڑا ہوا تھا جو روزانہ ہماری بیٹیاں ہماری مائیں delivery, complicated میں مر جاتی ہیں، اُس نے ایک ہفتے کے اندر اس hospital میں Operation Theater کھول دیا۔ تو میں اس ایوان کے حوالے سے جتنے

ہمارے دوست بیٹھے ہوئے ہیں کہ جہاں کہیں hospitals میں Surgeon کی shortage ہے۔ ہمارے دوست بیٹھے ہوئے ہیں کہ جہاں کہیں Anaesthetists کی shortage ہے۔ ہم ہر package دینے کیلئے تیار ہیں۔ We will go upto any extents۔ اگر ہمیں diploma holders، ہمیں FCPS ملیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ ہمیں اپنی ماں بہنوں کو Surgical، Gynaecological cover دینے کی ضرورت ہے۔ اگر ہمارے ڈاکٹرز وہاں نہیں ہیں جو بھی packages چاہئیں جو بھی hospital چاہے وہ موسیٰ خیل کا ہے چاہے وہ لورالائی کا ہے چاہے واشک کا ہے ہمیں جنگی بنیادوں پر جس طرح رحمت نے کام کیا ہے ہمیں اپنے hospitals میں ڈاکٹروں کو تعینات کرنا ہے چاہے اُس پر جتنے پیسے ملیں، خرچ ہوں بلوچستان گورنمنٹ دے گی۔ باقی میں رحمت صاحب کو یقین دلاتا ہوں یہاں، سیکرٹری صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں، جس نے پنجگور میں hospital کی دوائی نیچی ہیں، جس پر F.C اور پولیس کا raid ہوا ہے۔ اُنکے خلاف FIR چاک کر لیں اور اُنکو گرفتار کر لیں۔ no compromise۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) کوئی compromise کی ضرورت نہیں ہے۔ بہت compromises ہوئے ہیں۔ جو بچوں کی دوائیوں کو چوری کرتا ہے، اُسکی جگہ جیل ہے۔ چاہے میں کیوں نہ ہوں۔ They should be punished۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) میں سیکریٹری صاحب سے کہتا ہوں، کہ جن لوگوں نے جو F.C نے وہ medicines confiscate کی تھیں، اُنکے خلاف FIR درج کر کے، اُنکو جیلوں میں ٹھونس دیں۔ کوئی ضرورت نہیں ہمیں اُس ڈاکٹر کی جو اپنے بچوں کی دوائیاں چوری کرے۔ باقی کچھ چیزیں urban اور BDA کے بارے میں کہے تھے، جعفر خان نے کہے تھے۔ اب اُنکے ساتھ سنجیدگی سے ہمیں بیٹھ کر ایک، Coalition Partners کو، کہ اُنکو کیا کریں؟ یہ تو اڑدھا ہیں، ہمیں نکل رہے ہیں۔ یہ فیصلہ میں نہیں کر سکتا ہوں۔ جو Coalition Partners ہیں، نواب صاحب ہیں، پنجتونخوا ہے، جعفر خان ہے، ہم بیٹھیں گے، جو بھی اُنکی رائے ہوگی۔ زمرک صاحب نے کہا کہ ہمیں Constituency Politics سے ہٹ کر Provincial Politics۔ یقیناً میں تو کہتا ہوں کہ ہمیں Pro-people Politics کرنی چاہئے۔ ہمیں Pro-human Politics کرنی چاہیے۔ کیونکہ انسانیت سب سے بالاتر چیز ہے۔ اگر ہم نے اپنے رڈیوں میں، یقیناً مجھے تربت کے لوگوں نے ووٹ دیئے ہیں۔ میں اُنکی خدمت کروں گا۔ لیکن میں تربت کا وزیر اعلیٰ نہیں ہوں۔ میں کوشش کروں گا کہ تمام بلوچستان کے جتنے constituencies ہیں، میں اسمیں جاؤں گا۔ اور میں request کروں گا اپنے معزز ارکان کو،

کہ ہم جائیں، بلوچستان میں جائیں، گھومیں، جب تک ہم گاؤں گاؤں نہیں جائیں گے، ہمیں اپنے لوگوں سے، ایک impression بنانا ہے ”کہ سیاستدان سب چور ہیں“۔ ایک impression بنانا ہے ”کہ جو بھی الیکشن لڑتا ہے“۔ ہم اسلئے لڑتے ہیں کہ ہم پیسے کمائیں۔ نہیں! جو Leadership visionary ہوگی، وہ اپنے لوگوں کی تقدیریں بدل دیتی ہیں۔ and we hope کہ جو بیٹھے ہوئے ہیں، ہم ایک visionary لوگ ہیں۔ ہم بلوچستان میں، جو اس وقت، مشہور ہے، انگریزوں سے لیکر حال تک ”کہ ہم جاہل ہیں، ہم جاہل ہیں“۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اپنی جہالت پر فخر نہیں ہونا چاہئے۔ ہم جہالت کے خلاف لڑیں۔ اور ہمیں پاکستان کے عوام کو، دنیا کے عوام کو یہ دکھانا ہوگا کہ نہیں! ہم بھی compete کر سکتے ہیں۔ زمرک صاحب نے یہی چیزیں پھر repeat کی ہیں کہ victimizations۔ میں اُسکو یقین دلاتا ہوں کہ ہم کوئی political victimizations کرتے ہیں۔ نہ ہم اسکی جتنی پارٹیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ ہمارا political victimizations پر ایمان نہیں ہے۔ کیونکہ ہم خود شکار رہے ہیں۔ ہم نے الیکشن جیتی ہیں۔ پھر بھی ہمیں ہرایا گیا ہے۔ لیکن میں as an Opposition Leader، ANP کے لیڈر کی حیثیت سے اُن سے گزارش کر لیتا ہوں کہ خدارا! آپ بھی objective بنیں۔ اگر آپ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے تو اس کو بھی مانیں اگر میں اسکو point-out کروں گا پھر تو اُسکو political victimization نہ کریں میں خوش ہوں کہ اگر ہر MPA نے اپنے علاقے میں کام کیا ہے۔ اگر نہیں کیا ہے پھر؟ تو میں زمرک صاحب سے یہی کہوں گا کہ جو کچھ ہم عزت اپنے لئے رکھتے ہیں، آپکے لئے بھی رکھیں گے۔ ولیم برکت صاحب نے جو کچھ کہا میں سمجھتا ہوں کہ اُس نے بہت، health، education اور minorities کے مسئلے پر جو تجاویز دی ہیں، وہ ہم نے نوٹ کی ہیں۔ ڈاکٹر حامد اچکزئی صاحب نے خاص طور پر، یہاں ہمارے تین دوست ہیں جو، even جعفر خان بھی بیٹھے ہوئے ہیں، سردار صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں، ڈاکٹر حامد صاحب بیٹھے ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ابھی ہم اسکا اعلان نہیں کریں گے۔ لیکن بلوچستان کو اپنا ایک Investment Board بنانا پڑیگا۔ تاکہ ہم investors کو یہاں لائیں۔ یہ ہمارے دوست ہیں، اُسکو design کریں۔ ہم یہاں Donors کی باقاعدہ کانفرنس کریں گے۔ کیونکہ ہم اس جنجال سے نکلیں کہ بلوچستان میں کوئی نہیں آئیگا۔ کیوں نہیں آئیگا؟ ہم لوگ زندہ ہیں وہ بھی زندہ رہیں گے۔ اور جہاں تک ڈاکٹر حامد صاحب نے جو Border-Trade کی بات کی۔ میں بھی Border سے تعلق رکھتا ہوں، بد قسمتی سے۔ اس Border کو تو چھوڑو، جرمنی اور ہالینڈ کے Borders پر بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔ لیکن وہاں Trade کا نام دیتے ہیں۔

وہاں کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اب اگر تم چمن، پنجگور، دالبندین اور مندرکونڈا لو، وہاں اگر یہ Border-Trade نہیں کریں گے تو سارے بھوکے مریں گے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں فیڈرل گورنمنٹ کو، میں نے چیف سیکریٹری صاحب سے کہا کہ Border Trade پر ہمیں سنجیدگی سے فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ negotiate کرنا پڑیگا۔ اور نواب ثناء اللہ صاحب سے بھی گزارش کروں گا کہ وہ اپنی لیڈرشپ، ہمیں چار پانچ Trade دے دیں، ہم پھر اپنا وہ خود کر لیں گے۔ مثال، اب اگر دالبندین میں، تفتان میں اگر آپ صحیح معنوں میں Trade دے دیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم جائز طور پر بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ میں انتہائی قدر کرتا ہوں اپنے سیاسی ورکر نصر اللہ زیرے کی جنہوں نے اپنی تمام جوانی میں as an Activist کام کیا ہے۔ اور اُس نے جو تجاویز دی ہیں، وہ ہم نے نوٹ کی ہیں۔ سردار مصطفیٰ خان کی بھی وہ تمام تجاویز ہم نے نوٹ کی ہیں۔ محترم نواب ایاز جوگیزئی صاحب نے پولیس اور لیویز کے بارے میں اور ہائی وے پولیس کے بارے میں بتایا، میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ آج اگر ہم جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، جیسے جعفر خان نے کہا، کچھ اور دوستوں نے۔ یہ پولیس اور لیویز کو خراب کرنے والے لوگ ہم ہیں۔ اگر ہم آج بھی لیویز سے کہیں کہ آپ ہمارے control سے نکل کر سرکار کے control میں جائیں، ریاست کے control میں جائیں۔ شاید بہت سی چیزیں وہ خود کر سکتے ہیں۔ اور ہمیں کرنا پڑیگا۔ اگر لیویز اور بی سی، لیویز اور اسمیں پولیس کو ہم نے reform نہیں کی، تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے لئے مشکلات زیادہ ہوں گی۔ مفتی گلاب صاحب نے پی ایس ڈی پی کے بارے میں کہا۔ ہم اُسکی تنقید کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ پی ایس ڈی پی میں جہاں کہیں آپ سمجھتے ہیں کہ کوئی مشکل ہے، اُسکو ہم آپ کے ساتھ بیٹھ کر بھی حل کر لیں گے۔ سردار اسلم بزنس صاحب نے جو عمومی مسائل کے بارے میں خاص monitoring system کیلئے، ٹیچرز اور ڈاکٹروں کیلئے جو تجاویز دی ہیں یا کیسکو کی لوڈ شیڈنگ، سیکریٹریز اور ڈائریکٹرز کے tours کے بارے میں، اُنکا ہم نے تفصیلی نوٹس لیا ہے۔ حاجی گل محمد ڈر صاحب نے زیارت کے حوالے سے بات کی۔ وہ بھی ادھر نہیں ہیں۔ تو ہمارے تربت میں شاعری بہت چلتی ہے۔ تو شاعر لوگ، آپکو لوگ کرسی دیتے ہیں چٹائی پر بیٹھتے ہیں، چائے بھی دیتے ہیں، جو کچھ ہو سکے، لیکن کہتے ہیں ’کہ میرا شعر ضرور سن کر جاؤ‘۔ ٹھیک ہے نا اب میں جب شاعری کر رہا ہوں ڈر صاحب بھی نہیں ہیں۔

جناب اسپیکر: میرا خیال ہے نماز اور آپکی شاعری overlap۔۔۔

قائد ایوان: یہ نہیں ہے۔ اس طرح نہیں چلتا ہے۔ دیکھیں نا اگر حساب کتاب رکھنا ہے تو سب کا۔

(ڈیک بجاے گئے)

جناب اسپیکر: نماز اور شاعری overlap کر گئی۔ وہ نماز کیلئے اٹھ کر نکل گئے تھے۔

قائد ایوان: اب سب لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ دیکھیں ناں بات صرف یہ ہے کہ جب ایک دن ہمارے منسٹر نہیں آتے ہیں، وہ criticize کرتے ہیں۔ تمام کام ہم نے چوپٹ کئے ہیں، سارے سیکرٹریز کو یہاں بٹھایا ہے۔ تو یہ پوزیشن کی، سردار صاحب میرا پیغام اپوزیشن لیڈر کو دے دیں۔ زمرک صاحب کو دے دیں۔ آپ نے جو تقریریں کیں، اب میں کس کو جواب دوں؟ اب دمڑ صاحب نے اُس دن زیارت کے بارے میں کہا۔ زیارت میں ہم نے جو چیزیں late کی ہیں، اُسکی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ہم نے ایک High-Power Committee بنائی تھی۔ آئی جی صاحب نے یہ سب چیزیں investigate کر کے آج ہمیں Report پیش کی۔ اور اُس Report کی بنیاد پر ہم نے ڈپٹی کمشنر، ڈی پی او اور ایس ایچ او کو suspend کیا ہے۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) اور جو وہاں Caretaker کے پانچ Guards تھے، اُنکو بھی صبح arrest کیا ہے۔ اور اُسکی reconstruction کیلئے جو کمیٹی ہم نے تشکیل دی ہے، کمشنر سب اُنکے ساتھ coordinate کر کے اُسکو جلدی لارہے ہیں۔ اب یہ باتیں گل محمد صاحب کو کون بتایگا؟ محترم عبدالملک کا کڑ صاحب نے وہی اسکیمات کی allocations پر کی۔ یقیناً جو allocations پر اُسکو اعتراض ہے، ہم اُسکے ساتھ بیٹھیں گے۔ آغا لیاقت صاحب نے جو باتیں کیں، یقیناً وہ ہماری پارٹی کی اور اُسکی پارٹی کی policy ہے۔ کہ ہم زراعت میں research orientation بنیں۔ اور تعلیمی اداروں اور صحت کے اداروں کو ٹھیک کریں۔ امن و امان کے متعلق باتیں کیں۔ اُس میں ہمیں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہم سب بیٹھ کر جولاہ اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہے اس کو ہمیں بڑی ایمانداری سے impartiality کے ساتھ ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ایران اور افغانستان کے ساتھ جو Border Trade کی بات کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔ شاہدہ رؤف صاحبہ نے بجٹ پر جو اظہار خیال کیا، اُنہوں نے بلوچستان ہیلتھ فاؤنڈیشن اور سکولوں کو بہتر بنانے کیلئے جو تجاویز دی ہیں، انشاء اللہ ہم اُسکے ساتھ ملکر یہ تمام۔ رضا صاحب نے M.D.G's کا جو بیان کیا ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ رضا صاحب! ہم سب بیٹھ کے، ہمارے basic goals M.D.G's ہونے چاہئیں۔ اگر اس گورنمنٹ کے goal جو ہے ناں، M.D.G's نہیں رہے۔ تو میں سمجھتا ہوں ہم بھی۔ یہاں میرے دوست سنتوش صاحب نے اقلیتوں کے بارے میں کہا کہ PSDP میں ان کے لئے کچھ نہیں ہے۔ اُن لوگوں نے کچھ باتیں کی ہیں۔ یقیناً ہم اُسکے ساتھ بیٹھ کر، as a MPA وہ ہمارے نمائندے ہیں۔ وہ ہم سے ملیں گے ہم اُن سے ملیں گے۔ اس کے علاوہ جو اُنہوں نے

Minorities کے بارے میں جو کچھ وہ چاہتے ہیں، ہم دینے کیلئے تیار ہیں۔ ہاں البتہ میں اس حوالے سے اُنکی ایک demand ہے۔ ہمارے تین دوست آئے تھے، ہینری آئے تھے، باقی دوست۔ تو صوبائی اقلیتی Advisory Committee، میں اس Floor کے حوالے سے اسکا اعلان کرتا ہوں۔۔۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے) اور اُس Advisory Committee سے، یقیناً ہینری صاحب، سنٹوش اور ولیم برکت صاحب جو بھی طریقہ کار کا تعین کریں گے ہم اُسکو لے کے، کیونکہ ہم bridging کرنا چاہتے ہیں، society کو۔ صرف میں نے نہیں، جتنے لوگوں نے enjoy کی تقریر سے، وہ تھا، بابت لالہ۔ بابت لالہ نے ہنستے مسکراتے اپنے تمام نظریات کو جو لوگ سمجھتے ہیں اُس نے جھاڑ دی۔ اب لوگوں کی مرضی ہے کہ اُسکو کس طرح سے سمجھیں گے But I congratulate لالہ! ”کہ آپ نے جن چیزوں کو بڑی خوبصورتی سے explain کیا، ہم آپکی تائید کرتے ہیں۔ معذرت کے ساتھ اگر یہاں ہم لوگوں کی جگہ مہاجر ہوتے، جو سلوک آپ نے اُردو سے کیا ناں۔۔۔ (ہنسی۔ ڈیک بجائے گئے) اُسکا بدلہ وہ آپ سے لے لیتے۔ سردار عبدالرحمن کھیران صاحب! میں آپکا بڑا مشکور ہوں۔ میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ جو بھی اسکیمات PSDP میں رکھی ہیں، وہ بھی ہم آپکے ساتھ share کریں گے اور ضلعوں کے ساتھ بھی انصاف کریں گے۔ اور میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپکے علاقے میں جو لاء اینڈ آرڈر کی situation بگڑی ہوئی ہے۔ یا دوسرے علاقوں میں، آپ ہم سے تعاون کریں گے۔ اور ہم کوئی بھی ایسا اقدام نہیں کریں گے جس سے مجموعی طور پر، ہم لاء اینڈ آرڈر کو، اُس میں۔ سرفراز بگٹی صاحب نے بڑی targetted تقریر کی۔ اُسکا بھی ایجنڈا، تعلیم، صحت، لیویز اور appointments تھا۔ تو میں اُسکو یقین دلاتا ہوں کہ جب میں منسٹر ایجوکیشن تھا تو ہم نے ایک Project شروع کیا تھا، school mapping بگٹی صاحب بھی نہیں ہیں تو اُس میں نے allocate کیا تھا کہ کچھ اسکولز بلوچستان کے لیکن وہ پنجاب میں ہیں۔ جب ہم mappings پر گئے۔ تو میں، We will try to the best with the help of my friends . We will bring some changes in Dera Bugti regarding Education and Levies. سب سے بڑی بات ڈیرہ بگٹی کی جو ہے کہ ہم لوگوں کو rehabilitate کریں اور اُنکے درمیان بھائی چارے کی فضاء پیدا کریں۔ انتہائی قابل احترام سردار رضا محمد بڑبچ صاحب کی جو تجاویز تھیں، خاص طور پر کوئٹہ کے بارے میں، میں ایک چیز آپکو clear کر دیتا ہوں کہ ہم سب بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئٹہ ہم سب کا capital ہے۔ اسکے بارے میں ہم کنجوسی نہیں کریں۔ کوئٹہ کی ایک خوبصورتی تھی 1960ء میں، 1970ء

میں، سردار صاحب والے تھے، ہم لوگ 1970ء میں آگئے۔ کوئٹہ کا ایک اپنا ماحول تھا، جیسے European تھڑوں پر بیٹھے ہیں، ہم لوگ بھی تھڑوں پر بیٹھ کر اپنی کڑاہی اور ڈان اور ریگل یہ سینٹر تھے۔ ہم لوگ بی ایس او والے ڈان میں بیٹھے تھے اور پختوانخوا والے ریگل میں بیٹھے تھے۔ ایک بڑا، فرح تھا، تھوڑا بہت پیسے والوں کیلئے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئٹہ کیلئے۔ یہ صرف جلدی میں ہم نے اعلانات کیے ہیں۔ I will try my best with the help of Nawab Sanullah Sahib and Ziaratwal .

میاں صاحب کو بھی قائل کرینگے کہ کوئٹہ کیلئے وہ ہمیں ایک package دے دیں۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)

امان اللہ نو تیزی صاحب نے جو کچھ کہا، میں اُسکے ساتھ ہوں۔ میں اُسکو یقین دلاتا ہوں کہ چاغی ہمارا وسائل ہے۔ سینڈک ہو، ریکوڈک ہو، یقیناً ہم ایسا کوئی عمل نہیں کرینگے جس سے ہم داغدار ہو جائیں۔ لیکن میں آپ سے ایک گزارش ضرور کرونگا کہ وہاں جو جس طریقے سے leasing ہوئی ہے اُس میں پھر آپ ہماری مدد کریں۔ کہ جو کچھ، جہاں کہیں گڑبڑ ہوئی ہے اُسکو ہم ٹھیک کرینگے۔ البتہ میں آپکو ایک میں دوستوں کے سامنے رکھوں گا۔ ہمارے پارٹی منشور میں ہے، جو ہم نے الیکشن منشور دیے ہیں۔ اُس میں یہ ہے کہ جہاں کہیں جو معدنیات، جو وسائل پیدا ہوتے ہیں، اُس ڈسٹرکٹ کو اُس سے کچھ ملنا چاہیے۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) ہم اُسکی technicalities بعد میں طے کرینگے۔ کہ اب کیبنٹ بیٹھے گی، coalition ہوگا، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر چاغی کو اس وقت کوئی تین، چار ارب روپے جو ہے نا، may be کبھی دو بولتے ہیں، کبھی ڈھائی بولتے ہیں، جو سینڈک سے ملتے ہیں۔ لیکن میں سینڈک گیا ہوں، میر صاحب گئے ہیں، باقی دوست گئے ہیں۔ ہم ریکوڈک بھی گئے ہیں۔ وہاں کے لوکل لوگوں کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔ باقی میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ اپنا hospital جو میں نے دیکھا ہے، جو hundred bedded ہے، جو شیخ نے بنایا ہے، وہ ویران ہے۔ آپکا کالج ویران ہے۔ میں آپکو وسائل دے دوںگا، آپ تھوڑا سا efforts کریں۔ جا کے کسی سرجن کی منت سماجت کریں، اُسکو بٹھائیں۔ کیونکہ دالبندین سے اگر ایک complicated Labour وہاں سے travel کرے تو راستے میں مر جاتی ہے۔ تو ہمیں ان چیزوں کو، ہم نہیں کر سکتے، جتنے ایم پی اے صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں اُس علاقے کے جو real problems ہیں۔ اُن میں ہمیں، آپکا کالج جو ہے نا چار لاکھ کے ٹرانسفر مر کیلئے، وہ دو سال سے وہاں کوئی جو ہے نا lodges میں جانے کیلئے تیار نہیں ہے۔ ہم آپکو پیسے دینگے۔ آپکے چار Lecturers تھے، اُنکی آپ details لائیں۔ ہم اُنکو increase دے دینگے۔ جو کالج ہے، اُسکو بہتر کرنا پڑیگا۔ جو آپکے سکولز ہیں۔ اور میں ایمانداری سے کہتا ہوں اُس زمانے میں جو مڈل سکول اور

گرلز، بوائز اسکولز میں نے 1994ء میں بنائے تھے، ابھی جو میں گیا تھا اُنکی position یہی تھی۔ میری تنقید اگر ہوگی آپ سے، تو یہی ہوگا کہ آپ نے دس، پندرہ سال میں اپنے کالجوں کو، اسکولوں کو وہ توجہ نہیں دی جو دینے کی ضرورت تھی۔ اب یہ گورنمنٹ آپکی ہے، آپکے ساتھ ہے، آپکو جہاں کہیں جو بھی ضرورت ہوگی۔ وہاں M.S کا میرا دوست اور میرا class fellow تھا۔ اُس نے کہا ”کہ ہمارے پاس X-Ray کی films نہیں ہیں“۔ تو میری گزارش ہے آپ نے جو کچھ کہا اُنکو میں نے سنجیدگی سے لیا۔ اور تعلیم کیلئے آپ نے کہا attachment، یہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ہم اس کو ختم کر لیں گے۔ لیکن اُس کیلئے تمام لوگوں کو on board ہونا ہوگا۔ پھر یہ ختم کریں یا پھر آپ آئیگی کہ D.O میرا یہ کیا میرا وہ کیا۔ اصل مسئلہ attachment کا تھا۔ آپ اسکول ملا کے اپنی بے عزتی پر لے جائیں گے ”کہ اس D.O کو ہٹاؤ“۔ تو میری خواہش ہے کہ اب Floor approval پر coalition partners سے مل کے ہر issue پر ایک دفعہ ہم یہاں debate کریں۔ ایجوکیشن پر ہیلتھ پر، ایک vision لینگے۔ اسکے بعد ہم Cabinet سے اُس policy کو approve کر کے اُس پر implement کر لینگے۔ This is the best way. کہ ہم سب on board ہو جائیں کہ ایجوکیشن میں کیا کرنا ہے یا ہیلتھ میں کیا کرنا ہے۔ میر محمد عاصم کرد صاحب نے جو کچھ کہا، میں اُسکی تفصیلات میں نہیں جاؤنگا۔ اور اُسکو حق ہے کہ اپنی جو گورنمنٹ ہے اُسکو defend کریں۔ لیکن میں اُسے یقین دلاتا ہوں کہ آپکی یہ ذمہ داری بھی بنتی ہے کہ جہاں کہیں آپ نے محسوس کیا کہ آپکی گورنمنٹ میں خامیاں ہیں۔ اُسکو بھی، آپکو elaborate کرنا چاہیے تھا۔ اور ہم آگے چل کے، جعفر خان صاحب نے تفصیلی بات کی۔ اُس میں بہت سی چیزیں تھیں۔ لاء اینڈ آرڈر کے حوالے سے، بجٹ کو analysis کرنے کے حوالے سے، rates کے حوالے سے، ایڈمنسٹریشن میں، کیونکہ جعفر صاحب اس ایوان میں بیٹھے ہوئے سینئر دوستوں میں سے ہیں۔ اُنکی جو بھی تجاویز ہوں گی، خاص طور پر ہمیں دو چیزوں کی یہاں، ہمارے سیکرٹری صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں۔ دو چیزوں پر ہمیں high-level Representatives اور بیورو کریسی کی کمیٹی بنانا کہ ہم corruption کو کس طرح کم کر سکتے ہیں؟ اسکے لئے ہمیں ایک کمیٹی چاہیے۔ دوسرا جو اس وقت ہمارے constructions کے، جو P&D کے rates ہیں۔ کیا وہ reasonable ہیں یا نہیں، وہ اتنا کم ہے کہ اسلئے fudge ہوتی ہے۔ یا fraud ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان دو issues پر جنکی جعفر خان نے نشاندہی کی، اس پر ہمیں بیٹھ کے، کیسکو کے بارے میں rates کے بارے میں اُس نے کہا، وہ بھی ہم نے۔ کھوسہ صاحب نے جو کہا، اُسکے ساتھ میں بیٹھا ہوا ہوں، مطلب میرا سب سے بڑا focus اس وقت

coalition-government کی ہے کہ جو مومن سون ہے اُس میں ہم کس طرح جو ہے ناں اپنے لوگوں کو relief دیں۔ اور اس پر میرے خیال میں Bureaucratic level پر ہماری discussions ہوئی ہے، meetings ہوئی ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ہماری جو ایک ہی پٹی ہے جس میں جو ہے ناں ہم خود کفیل ہو سکتے ہیں۔ اُسکی جتنی بھی ہم protection کر سکیں، نصیر آباد اور جعفر آباد کی زرعی زمینوں کی اور وہاں انسانوں کی، جو سیلاب آیا ہوا ہے، ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اُسکی ہمیں protection کرنی چاہے جناب اسپیکر! آخر میں میں آپ تمام دوستوں کا، media کا اور یہاں جو ہمارے دوست بیٹھے ہیں، P&D کے، Finance کے، اور اسمبلی کے، جن لوگوں نے یہ بجٹ بنانے میں contribute کیا، اُنکا میں مشکور ہوں۔ اور جو حسب روایت ان محکموں نے اس بجٹ میں input دیئے ہیں، جس میں مالیات، قانون، اطلاعات اور ہماری Provincial Assembly کے، جتنے بھی previously اُنکی تنخواہیں جو بڑھائی تھیں، اُس تنخواہ کو ہم اُسی طرح maintain رکھیں گے، اُنکی تنخواہوں میں اضافہ کا میں اعلان کرتا ہوں۔ اور اس اُمید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ یہ بجٹ جو ہم نے بنایا ہم، بیورو کریسی ملکر اسکے اصلی وارث ہمارے عوام ہیں، اُن تک پہنچانے میں اللہ تعالیٰ ہماری راہنمائی کرے۔ Thank you very much. -- (ڈیسک بجائے گئے)

جناب اسپیکر: Thank you جی۔ قائد ایوان سے گزارش ہے کہ تنخواہ تو بڑھے گی ایک مہینے کی، آپ اسمبلی سیکرٹریٹ کو، جیسے حسب روایت ہے اُسی طرز پر۔

قائد ایوان: جناب اسپیکر! جو حسب روایت ہے۔

جناب اسپیکر: جی وہی، وہی انشاء اللہ۔ شکریہ۔ اعزاز یہ کہو۔ تو وہی حسب روایت وہ کہہ رہے ہیں ناں۔ اچھا کل مطالبات زر پیش ہونگے صبح کو، cut motions تو کوئی نہیں ہیں، اپوزیشن سے۔ تو وہ پاس کرنے میں کچھ مدت، time لگ جاتا ہے۔۔۔ (مداخلت) وہ اگلے سیزن میں سیکھ جائیں گے۔ تو کل please وقت پر آئے گا۔ کہ ہم، اُس میں تھوڑا time لگ جائیگا۔ تو کل صبح 11 بجے تک کے لئے اجلاس کو adjourn کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ کل صبح گیارہ بجے پھر ملیں گے۔ بہت شکریہ۔

(اسمبلی کا اجلاس دوپہر 2 بجکر 30 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

ختم شد

☆☆☆